پاسبان
الہ آباد
ماہنامہ
مدیر
مشتاق احمد نظامی فاضل علوم مشرقیہ
Price
60 P.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

پاسبان

الٰہ آباد

ایڈیٹر: مشتاق احمد نظامی

بیادگار! سلطان الہند عطاء رسول خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

زیر سرپرستی! عارف حق تجلیۃ السلف جانشین اعلیٰحضرت حضور مفتی اعظم ہند، بریلی شریف،

بظل عاطفت شیخ طریقت شہزادہ سمنان وکچھوچھہ حضرت مولانا سید اظہار اشرف میاں صاحب قبلہ ولیعہد آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ

بظل حمایت ناصر مسلک اہلسنت ہمدرد قوم وملت الحاج شیخ محمد اسماعیل صاحب رضوی سرپرست سنی تبلیغی جماعت

جلد ۲۶ شمارہ ۶ } دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا ﴾ ہم پاسباں ہیں اسکے ـ پاسباں ہمارا { ماہ جون سنہ ۱۹۷۳ء

مجلس ادارت

اس شمارہ میں

اشد ضروری ○

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پاسبان کی خریداری کے سلسلہ میں جو رقم عنایت کی تھی وہ اس پرچہ پر ختم ہوگئی ہے، اب سال آیندہ کے لئے یا تو سالانہ قیمت سات روپئے بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی ہمیں اجازت دیں اگر کسی وجہ سے آپ کو پاسبان کی خریداری منظور نہیں تب بھی ہمیں مطلع کریں تاکہ ادارہ آپ سے متعلق اپنی آخری رائے قائم کرسکے اور آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے نام وی پی نہ کی جائے گی۔ — منیجر

قیمت سالانہ — سات روپئے

قیمت فی پرچہ — ۶۰ پیسے

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ :- دفتر پاسبان، الٰہ آباد ۳

انوار احمد نظامی پرنٹر اینڈ پبلشر نے اسرار کریمی پریس الٰہ آباد میں چھپواکر دفتر پاسبان الٰہ آباد ۳، سے شائع کیا۔

شذرات

• سُنّی جمعیۃ العلماء ایک آئینی و دستوری جماعت ہے جو برسہا برس سے اپنے دستور کے تحت ملّی و ملکی خدمات انجام دے رہی ہے۔ حقائق و واقعات پر ڈھول جھونکنا آسان نہیں ہے۔ اس کا ماضی ایک بے غبار آئینہ ہے جس میں سُنّی جمعیۃ العلماء کے صحیح خد و خال نظر آرہے ہیں۔ ہم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ سُنّی دنیا درسگاہ اور خانقاہ کے اعتبار سے مختلف ناموں سے اپنے کو موسوم کرتی ہے۔ منظری، منظہری، مصباحی، نعیمی وغیرہ وغیرہ۔

یہ درس گاہی تقسیم ہے ایسے ہی برکاتی، اشرفی، رضوی، امجدی وغیرہ وغیرہ۔ یہ خانقاہی شرف امتیاز ہے۔ سُنّی جمعیۃ العلماء یہ نہیں کہتی کہ کوئی اپنے کو منظری نہ کہے یا مصباحی نہ کہے۔ کہے اور علی الاعلان کہے اس طرح سُنّی جمعیۃ کا یہ بھی مزاج نہیں ہے کہ کوئی اپنے کو برکاتی نہ کہے یا رضوی و اشرفی نہ کہے۔ کہے اور یقیناً کہے۔ لیکن اس میں اتنی عصبیت نہ ہو جس سے سُنّیت کی کاز کو نقصان پہنچے۔ واضح رہے ان میں سے ہر ایک کا دائرہ عمل محدود ہے۔ مثلاً امجدی گروپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کے متوسلین کو ایک لڑی میں منسلک کرنا چاہتا ہے اور اس کے جو ارباب حل وعقد ہیں ان کے فکری و عملی پروگرام کو انھیں میں نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی برکاتی و رضوی۔ لیکن سُنّی جمعیۃ العلماء کا دائرہ عمل اس سے الگ تھلگ ہے اس کی نظر میں برکاتی اشرفی رضوی نعیمی سب ایک ہیں وہ مظہری، مصباحی، رضوی، اشرفی کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے۔ سُنّی جمعیۃ العلماء کسی گروپ یا طبقے کی جماعت نہیں ہے بلکہ جو بھی اپنے کو سُنّی سمجھتا ہے ان سب کی وہ جماعت ہے۔ یہ ضرور ہے سنیت کا معیار اس کی نظر میں "حسام الحرمین" کی تصدیق ہے اپنے کو سُنّی کہنے والے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو وہ منہ نہیں لگاتی۔

وہ حضرات جو کالی کوٹھری میں "حسام الحرمین" کی تصدیق کرنے کے بعد غیر سنیوں سے خلا ملا رکھتے ہیں اور انھیں کی یار باشی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے یا وہ حضرات جو میلاد و سلام جیسے مراسم میں ہمارا ساتھ دے کر "حسام الحرمین" کی تصدیق سے گریز کرتے ہیں ان لوگوں کے متعلق اس کی ایک جنچی تلی رائے ہے: یہ درمیانی طبقہ سنیت کی آہنی دیوار میں شگاف ڈالنا چاہتا ہے اور اپنی نت نئی شاطرانہ چالوں سے مسلک اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجروح کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ کبھی "حسام الحرمین" پر چوٹ کرتا ہے اور اب تو سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو مورد طعن و تشنیع بنانا چاہتا ہے۔ معاذ اللہ۔ یقیناً سُنّی جمعیۃ العلماء ایسے مخدوش خطرناک اور ملت فروش لوگوں سے محتاط رہتی ہے اور قدم پھونک پھونک کر اٹھاتی ہے۔ البتہ اپنی درسگاہ و خانقاہ کے وہ افراد جنہیں کھرا سونا کہا جاتا ہے ان کے ساتھ اس کا رشتہ برکاتیت یا اشرفیت، و رضویت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ سنیت اور صرف سنیت وہ اس میں تفریق کی قائل نہیں۔

اس لئے درسگاہ و خانقاہ کی تقسیم کے تحت ہر گروپ کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ مگر جب مسلک اعلیٰحضرت کا سوال پیدا ہو تو سنیت کی تحفظ و بقا اور اس کی بود و بہبود کیلئے ہر منظری، مظہری، مصباحی برکاتی، اشرفی، رضوی، نعیمی، حشمتی، امجدی کو ایک ہونا چاہئے۔ وہ موقع طبقاتی تقسیم کا نہیں ہوتا۔ اور جو بھی اس راہ سے الگ ہو رہا ہو اس کی تفہیم ضروری ہے۔ اگر عرضداشت و فہمائش کے باوجود اس بنیادی نقطۂ فکر سے نظری یا عملی کسی نے اختلاف کیا تو یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا چاہتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ حسب ضرورت محلہ وار آپ مسجد نہ بنائیں مگر آباد جامع مسجد کی ویرانی بھی نہ ہونے پائے۔ بریلی ہمارا مرکز عقیدت ہے اس کی عزت و آبرو کیلئے ہم جیتے و مرتے ہیں۔ ہم جیتے جی یہ نہیں برداشت کر سکتے کہ اس پر معمولی سی بھی آنچ آجائے۔ طریقت کے جتنے بھی صحیح العقیدہ خانوادے ہیں ان کے احترام

کہ ہم سعادت و نجات سمجھتے ہیں۔ آل رسول کے تلوؤں کی خاک ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے ان کی عقیدت و محبت میں حلاوت ایمان ہے۔ ان کی محبت حاصل زیست و متاع زندگی ہے۔ اگر وہ ہم جیسوں کو اپنا غلام کہہ دیں تو فخر و مباحات سے ہمارا سر اونچا ہو جائے۔ مگر واضح رہے۔ دیوبند سے کم و بیش پچھتر برس کی طویل جنگ نے اعلیحضرت اور بریلی کو ایک ایسا مقام دیدیا ہے کہ اس کی مرکزیت کو اس سے کوئی چھین نہیں سکتا حد تو یہ ہے کہ بریلی میں میں نے نہ تو ایک سطر پڑھی اور نہ وہاں کا مرید مگر ملک میں پہلے مجھے الہ آبادی نہیں بریلوی کہا جاتا ہے الہ آبادیت سے میرا گھر سمجھ میں آتا ہے مگر بریلویت سے میرا عقیدہ۔ میں ملک کے کسی گوشہ میں شہری پیغام نہیں لے جاتا بلکہ بریلوی عقیدہ۔ یہ تخصیص میرے ہی ساتھ نہیں بلکہ ہر سُنی عالم کے ساتھ ہے اور آج اہلسنت کی پوری برادری پر بریلوت کی چھاپ لگی ہے حتیٰ کہ مخدوم ابن مخدوم مجاہد جلیل حضرت مولانا مظفر حسین کچھوچھوی کے باوجود بریلوی ہیں وہ اپنے آپ کو بریلوی کہنے میں شرم و عار بھی محسوس نہیں کرتے چونکہ کچھوچھویت رشتہ روحانی پر غماز ہے اور بریلویت منسلک اعلیحضرت کا نشان و پتہ بتا دیتی ہے اس حیثیت سے بحمد اللہ ہر کچھوچھوی بریلوی ہے اور سلطان الاولیا محبوب یزدانی سیدی و آقائی حضور مخدوم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے سادات کچھوچھہ کو جو شرافت و کرامت حاصل ہے اس کی اس روحانی و نسبی عظمت کو ہر بریلوی اپنے کلیجے سے لگاتا ہے اور اگر کوئی اس کا منکر ہو تو وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر بریلوی نہیں ہو سکتا۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ہر اشرفی رضوی ہے اور ہر رضوی اشرفی ہے۔

اور جو بھی نئی راہ نکال کر ہماری اس آہنی دیوار میں شگاف ڈالنا چاہتا ہے تو آج نہیں تو کل پوری سُنی برادری اس کے لئے کوئی نہ کوئی نام منتخب کرے گی۔ اس حقیقت کے باوجود آج ہمیں غور کرنا ہے کہ اس عرصہ میں ہم نے سُنی جمعیۃ العلماء کیلئے کیا کیا؟ ہم نے اس کی کتنی شاخیں قائم کیں؟ اور ہم نے اس کے کتنے ممبر بنائے؟ جماعتی فریضہ سے اگر عہدہ برآ ہونا ہے تو آج عہد کیجئے کہ ہم شہر شہر میں سُنی جمعیۃ العلماء کی شاخ قائم کر کے ہر جگہ اپنا پرچم لہرائیں گے اور اس راہ میں پوری تیز رفتاری سے چل کر ماضی کی تلافی مافات کا حق ادا کر دیں گے۔ تنقید و تبصرہ تو بہت آسان ہے۔ منہ میں دو انگل کی زبان ہے جو چاہے بڑبڑائیے مگر وقت آپ سے کردار و عمل کا تقاضہ کر رہا ہے کاش ہم بیدار ہو جاتے اور وقت کے صحیح تقاضوں پر کان لگاتے گھریلو افراتفری میں اگر ہم الجھ گئے تو اندیشہ ہے کہ کہیں جماعتی تنظیم کی بچی کھچی دولت بھی چھن نہ جائے۔ وقت افتراق کا نہیں ہے مکمل اتحاد کا ہے آئیے ہم عہد کریں کہ دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کے بجائے جماعتی نظم و نسق کو بحال کرنے کیلئے ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ چلیں گے۔

سُنی تبلیغی جماعت] میں بارہا اس نظرئے کا اظہار کر چکا کہ اس وقت مسلک اہلسنت کو سب سے زیادہ نقصان تبلیغی جماعت سے پہنچ رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کے مقابل پر "سُنی تبلیغی جماعت" جیسی متوازی جماعت قائم کی جائے تاکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے کے مطابق تبلیغی جماعت کے زہریلے جراثیم کی صحیح اور بھرپور مدافعت ہو سکے میں اس کے لئے اس حد تک فکرمند ہوں کہیں خدانخواستہ مجھے ٹی بی کا مرض نہ ہو جائے۔ میں اپنی حساس طبیعت سے بہت مجبور ہوں۔ چونکہ سُنی تبلیغی جماعت کی آواز کو میں نے بہت دور تک پھیلایا اور اب اس بارے میں احباب کا تقاضا بھی شدت اختیار کر رہا ہے۔ اس کی ذہنی راہیں متعین ہیں مگر عملی اقدام کے لئے کچھ روکاوٹیں ہیں۔

انشاء اللہ تعالے میں بہت جلد سُنی تبلیغی جماعت کے ایک دستوری جماعت ہونے کا اعلان کر دوں گا اور ملک کے جو جو حلقے تبلیغی جماعت سے متاثر ہیں کسی دعوت کے بغیر میں ان حلقوں کا دورہ شروع کر دوں گا۔ اگر آپ کی دُعائیں شریک حال رہیں تو انشاء اللہ ملک کا گوشہ گوشہ سُنی تبلیغی جماعت کے نعروں سے گونج اُٹھے گا خداوند قدوس ہماری مدد فرمائے اور اللہ تبارک و تعالےٰ اس جماعت کو قبول کرنے کے لئے سُنیوں کے دلوں کا دروازہ کھول دے۔ آمین

مشتاق احمد نظامی

از حضرت نصر قریشی

ترس رہا ہوں مدینے کی رہگذر کیلئے

وہ رہگذر کہ پڑے جس پہ انبیاء کے قدم — وہ رہگذر کہ جسے چومتی ہے چشم صنم
وہ رہگذر کہ مٹائی ہے جس نے ظلمت غم — وہ رہگذر کہ چلیں جس پہ روز شاہِ اُمم
وہ ارضِ پاک سکوں کہ ہے جہاں بشر کے لئے
ترس رہا ہوں اسی پاک رہگذر کے لئے

وہ رہگذر ہے کہ دارالاماں جسے کہیئے — ہجوم یاس میں ہمدرد جاں جسے کہیئے
شریک غم ہی نہیں مہرباں جسے کہیئے — دیار کفر میں اک پاسباں جسے کہیئے
وہی سہارا تو ہے اپنی چشم تر کے لئے
ترس رہا ہوں اسی پاک رہگذر کے لئے

وہ رہگذر کہ جہاں دھوپ بھی ہے چھاؤں گھنی — سلگتی ریت جہاں پر گلوں کی سیج بنی
وہ رہگذر کہ جہاں چادر حیات تنی — جہاں ہیں ایک امیر و گدا، فقیر و غنی
سبق اخوت والفت ہے تاجور کے لئے
ترس رہا ہوں اسی پاک رہگذر کے لئے

وہ رہگذر کہ جو خلدِ بریں کا نقشہ ہے — غبار جس کا، نگاہوں میں سب کی بستا ہے
شعارِ شمس وقمر جس پہ سجدہ فرما ہے — وہ اپنی شان میں سارے جہاں میں یکتا ہے
دیارِ عشق وعقیدت ہے دیدہ ور کے لئے
ترس رہا ہوں اسی پاک رہگذر کے لئے

وہ جس کو چاند، ستارے سلام کرتے ہیں — وہ جس پہ آکے فرشتے قیام کرتے ہیں
نثار خود کو جہاں صبح وشام کرتے ہیں — وہ جس کے ذروں پہ مٹنے کا نام کرتے ہیں
نہ جانے کب سے سکون دل و نظر کے لئے
ترس رہا ہوں اسی پاک رہگذر کے لئے

وہ رہگذر جو نظر آئے تو سلام کہیں — بصد خلوص، بصد عجز واحترام کہیں
درِ حبیب پہ پہنچیں، تو پھر پیام کہیں — گذر رہی ہے جو ہم سب پہ صبح و شام کہیں
درِ حبیب، درِ شاہِ بحر و بر کے لئے

ترس رہا ہوں مدینے کی رہگذر کیلئے

بمبئی ۔ فیض آباد ، پورنیہ ۔ وارانسی ۔ بھدوہی ۔ شولاپور کے

پاسبان سے متعلق چند خطوط

برادرم مولانا انوار صاحب

سلام مسنون

ماہنامہ پاسبان پابندی سے مل رہا ہے۔ اس وقفہ میں کتنے چراغ جلے اور بجھے! لیکن آپ اپنے ارادے میں قابلِ رشک اور لائقِ تحسین ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں دارالعلوم غریب نواز کے تعمیری پروگرام نے آپ لوگوں کو گھیر رکھا تھا۔ مگر فرصت پاتے ہی آپ نے حسب وعدہ پاسبان کا اجراء کر دیا۔ دنیا سنیّت پر پاسبان کے جو احسانات ہیں اُسے انصاف پسند حضرات کبھی بھول نہیں سکتے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ماہنامہ پاسبان اور مکتبہ پاسبان کی ذمہ داری آپ نے مولانا عبدالباری رضوی کے سپرد کر دیا ہے انشاء اللہ ان کی نگرانی میں پاسبان اور مکتبہ دونوں کا کام اچھا ہوگا۔

آپ کا مشتاق احمد قادری فیض آباد

★

۷۸۶
۹۲

مولانا عزیزم عبدالباری رضوی

دُعائیں

پاسبان کی نشاط ثانیہ سے مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ دیکھ کر اطمینان و خوشی ہوئی کہ پاسبان پابندی سے مل رہا ہے۔ دھیرے دھیرے پاسبان اپنے اسی معیار کیطرف بڑھ رہا ہے جو اس کا معیار تھا۔

پرانے خریداروں کو ان کی جمع شدہ رقم پر پاسبان جاری کر کے آپ لوگوں نے اپنی دیانت کا لوہا منوا لیا۔

ملک پر اس کا بہت ہی خوشگوار اثر پڑا ہے وہ لوگ جو طعن و تشنیع دراز کرتے تھے ان لوگوں کے منہ میں تالا لگ گیا ہے۔

(مولانا حافظ قاری) محمد عبدالسمیع ۔ قاضی شہر کلانور

★★

۷۸۶
۹۲

انوار بھائی

سلام مسنون

پاسبان برابر مل رہا ہے اور جتنے بھی پرانے خریدار تھے سب کو مل رہا ہے یہ کام بہت اچھا ہوا ہے کہ پرانے خریداروں کے نام آپ نے پاسبان جاری کر دیا۔

محسوس ہوا کہ محترم مولانا عبدالباری صاحب بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ پاسبان بہت جلد اپنا پرانا مقام حاصل کر لے گا۔ رجب میں آپ غریب نواز نمبر ضرور نکالئے میری ہر ممکن خدمت حاضر ہے۔

ارشد نظامی بھدوہی

★★★

۷۸۶
۹۲

برادرم مولانا عبدالباری

سلام مسنون

خطیب مشرق علامہ نظامی کی جو دینی خدمات ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں پاسبان کی عدم اشاعت پر بہت سے حاسدین طعنہ زن تھے مگر آپ لوگوں نے پاسبان کے اجراء سے ان کا منہ بند کر دیا۔ پاسبان پابندی سے مل رہا ہے اور ہر پرانے خریدار کو مل رہا ہے۔ محترم سید ابوالفوح رحمتی کا مضمون ہر حلقے میں پسند کیا جا رہا ہے۔ فتاویٰ پاسبان کے صفحات اور اگر بڑھ جائیں تو مناسب ہوگا۔ مولانا اسلم صاحب سے طنز و مزاح کے اچھوتے طرز نگارش پر مبارک باد پیش کر دیں پاسبان میں "ہماری خبریں" کے زیر عنوان جماعتی خبریں شائع ہوتی تھی اُسے ضرور رکھئے تاکہ سُنی دنیا اپنے جماعتی پروگرام سے واقف ہوتی رہے اور اس کے لئے پاسبان ہی رابطہ بن سکتا ہے۔ پاسبان کے ذریعہ حضور حافظِ ملت، مفتی پاسبان مفتی شریف الحق صاحب ۔ عالی مرتبت صوفی سید ابوالفوح رحمتی اور مولانا اسلم بستوی کو سلام پہونچا دیں ۔ میری ہر ممکن خدمت پاسبان کے لئے حاضر ہے۔

آپ کا خلوص کار :—

قاری محمد ذکریا
وارانسی

★★★

۴۸۶/۹۲

بمبی مولانا انوار نظامی

سلام مسنون ـــــ پاسبان کے کسی شمارہ میں "عقائد" نمبر کا اعلان ہوا تھا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب سے گزارش کر دیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کو شائع فرما دیں۔ پوری دنیائے سنت پر یہ احسان عظیم ہوگا۔ پاسبان پوری پابندی سے مل رہا ہے اس التزام پر مولانا عبد الباری لائق تحسین ہیں۔ پاسبان زندہ و پائندہ باد۔

محمد اسمٰعیل وکرولی بمبئی

★★★★★

بحضور خطیب مشرق علامہ نظامی

سلام و نیاز

آپ کی بے پناہ مصروفیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ کو طویل خط پڑھنے کی بھی فرصت نہیں۔ مختصر چند گذارشات معروض ہیں۔ چونکہ آپ کے سینے میں سنیت کا درد ہے۔ اس لئے آپ سے مخاطب ہوں

(۱) ہمارا جماعتی ڈھانچہ جس افراتفری کا شکار ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ سُنی جمعیۃ العلماء کی تنظیم کے لئے پورے ملک کا دورہ فرمائیں اس کا آپ یقین رکھئے کہ قوم آپ کی راہ میں اپنی پلکیں بچھائے گی اگر آپ نے کچھ بھی وقت دیا تو پوری دنیائے سنیت حرکت میں آجائے گی میں اس سلسلہ میں پاسبان کے صفحات پر آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔

(۲) سُنی تبلیغی جماعت سے متعلق قوم سے آپ کے کچھ وعدے ہیں ہم سبھی آس لگائے بیٹھے ہیں ہم یہ کیسے کہہ دیں کہ آپ سارا کام چھوڑ دیں اور صرف سُنی تبلیغی جماعت کے ہو جائیں مگر دل یہی چاہتا ہے کہ آپ جلد سے جلد اس کا اعلان کر دیں اگر آپ نے چند برس اس کے لئے دیدیئے تو سُنی تبلیغی جماعت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی

آپ پاسبان کے ذریعہ وہ پیغام دیجیئے جس سے دنیائے سنت میں مسرت کی لہر دوڑ جائے۔

مولانا انوار احمد مولانا عبد الباری سے سلام مسنون۔ بچے سلام کہتے ہیں۔

آپ کا اپنا :-

سید عبد اللہ "چیف قاضی شولاپور"

۴۸۶/۹۲

انوار بھائی

سلام مسنون ـــــ آپ لوگ جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ پاسبان، تاجدار، مکتبہ پاسبان، دار العلوم غریب نواز بیک وقت اتنے اداروں کو سنبھالنا آسان کام نہیں ہے۔ خداوند کریم اور توانائی عطا فرمائے۔ پاسبان بہت تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ باب التفسیر اور باب الاعمال والنقوش کا عنوان ضرور ہونا چاہیئے۔ آپ کام میں لگے رہیئے تنقید کرنے والے خود ہی تھک کر بیٹھ جائیں گے۔

انشاء اللہ پاسبان گھر گھر پہونچے گا پورے اسٹاف سے سلام کہہ دیں۔

مولانا "محمد ادریس صفی عالم (پورنیہ)

بُرا مان گئے

ماہرؔ صاحب

فاتحہ ہم نے دلایا تو بُرا مان گئے — ربِّ سلِّم جو پڑھایا تو بُرا مان گئے

پھول کہار کی مرگھٹ پہ وہ ڈالیں درست — ہم نے تربت پہ چڑھایا تو بُرا مان گئے

خود جنم دن وہ منائیں تو کوئی بات نہیں — ہم نے میلاد منایا تو بُرا مان گئے

عمر بھر شوق سے کھاتے رہے کالا کوا — ہم نے حلوا جو کھلایا تو بُرا مان گئے

ان کو جائز ہے دیوالی کی کچوڑی پوڑی — ہم نے شربت جو پلایا تو بُرا مان گئے

رات دن خود تو بغاوت کی پکائیں کھچڑی — ہم نے کھچڑا جو پکایا تو بُرا مان گئے

بزم ابلیس میں جلتی ہیں ہزاروں شمعیں — اک دیا ہم نے جلایا تو بُرا مان گئے

خود چڑھائی ہوئی چادر کی بنائیں پگڑی — ہم نے قبروں پہ چڑھایا تو بُرا مان گئے

بزم میلاد میں ماہرؔ! کبھی ہم نے اُٹھ کر — ان کی تعظیم بجایا تو بُرا مان گئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ط (پ ۳ - آیۃ ۱)

یعنی خالق مطلق نے فرمایا ہے کہ یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا۔ اور کسی کو سب پر رفیع الدرجات کیا۔

اس آیۃ مبارکہ میں رَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ میں حضور خیر الانام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے۔

مجھے اس آیۂ مقدسہ کی شرحِ مطہرہ سے بیشتر کچھ اپنی بے بضاعتی کم علمی اور کوتاہ فہمی کا بلا مبالغہ اعتراف کرنا ہے کیونکہ ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

جس طرح ذرہ آفتابِ عالمتاب کی درخشانیوں اور تابانیوں کا احاطہ اور اس کی جلوہ طرازیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور کانٹا گل تر سے قریبی نسبت رکھتے ہوئے بھی جیسے اس کی رنگینیوں کو اپنا کر گل رعنا نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ فقیر بھی اپنے آقا و ولی نعمت شہنشاہ اقلیم نبوت تاجدار کشور رسالت فخر موجودات علیہم التحیات والتسلیمات کی کماحقہٗ توصیف کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کوئی بھی اس کی تاب و تواں نہیں رکھتا ؎

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کیونکہ یہ وہ مقدس بارگاہِ خلق پناہ ہے جہاں "عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ" کے مصداق بڑے بڑوں نے اپنے آپ کو گم کر دیا اور شہنشاہانِ عالم بھی جہاں سرِ نیاز جھکانے پر مجبور ہو گئے، جابر و قاہر حکمراں بھی جہاں دم مارنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ انھوں نے اپنے احیاء و بقا کا راز اسی در اقدس کی غلامی ہی میں سمجھا تو مجھ ایسے ہیچمدان فقیر کی کج بیانی سے بھلا اس منبع فیض و کمال محبوب رب ذو الجلال حضور خیر الانام علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا کیسے ممکن ہے، جس کی تعریف و توصیف میں خود خالق کائنات نے اپنا خاص کلام قرآنِ حکیم نازل فرمایا ہو۔

—— جبریل امین جیسے مقرب بارگاہ اور جلیل القدر قدسی جس کے غلام ہوں،

—— گردشِ دوران جس کی رضا سے رک سکتی ہے۔

—— المختصر کہ جو باعثِ تخلیق کائنات ہو۔

کیونکہ وہ سرتاج الانبیاء ہیں اور میں گدائے بے نوا ہوں —

وہ مقبول خالق اور محبوب خلائق، میں ناکارۂ خلائق اور وہ محبوب رب العالمین، شہنشاہِ دین و دنیا تو میں فقیر راہ نشین ہوں —— اس لئے مجھے اعتراف عجز کے ساتھ یہی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

ذرہ ذرہ دہر کا صرفِ ثنا ہے یا رسول!
ہر زباں پہ نغمۂ صلِّ علیٰ ہے یا رسول!
مصحفِ حق آپ کی عظمت کا شاہد ہے حضور
خود خدا بھی آپ کا مدحت سرا ہے یا رسول!
آپ کے اوجِ مراتب کو کہاں پائے قمر
اس کی عقل و فکر سے یہ ماورٰی ہے یا رسول!

خالقِ کائنات نے اس جہانِ آب و گل میں بعض کو بعض پر رفعتِ مقام اور بلندیٔ مراتب کے لحاظ سے فضیلت اور برتری بخشی ہے۔ انسان ضعیف البیان کو بھی لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کے تاجِ عظمت سے مشرف کر کے اشرف المخلوقات کے خطاب دلنواز سے سرفراز فرمایا ہے اور ان میں رفیع المقام شفیع الانام جناب محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کو جامع الصفات اور مخزن جملہ فضائل و کمالات بنا کر اس مقامِ عظمت اور منزلِ محمود پر فائز المرام کیا۔ جہاں اولوالعزم اور جلیل القدر انبیاء و رسل بھی اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں اور کائنات انسان سے بڑھ کر افضل و مقدس ترین مخلوق ملائکہ کو بھی مجال دم زدن نہیں ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وَلِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْأَنَامِ فَضِيْلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ

دیکھو نا اگر حضرت موسٰی علیہ السلام کا عصا مبارک پتھر پر مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہو سکتے ہیں تو ذرا ہمارے آقائے رحمتِ عالم مالکِ تسنیم و کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس بھی دیکھئے کہ آپ نے کائنات کو وہ وہ اعجاز دکھائے جن کو دیکھ کر موسٰی علیہ السلام بھی حیران رہ جائیں۔ آپ کی شانِ ارفع کو ملاحظہ فرما کر اور آپ کی دلنواز اداؤں پر فریفتہ ہو کر آپ کی امت میں شمولیت کی خواہش فرمائیں ؎

چوں بشانش نگاہ موسٰے کرد
شدن از امتش تمنا کرد

یعنی اگر کلیم اللہ نے عصا مبارک کی ٹھوکر سے بے جان پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے تو ادھر حبیب اللہ نے اپنی مبارک اور نازک انگلیوں سے چشمہ تو کجا دریا بہا دیئے سبحان اللہ!

جیسے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ جنگ حدیبیہ میں پانی مجاہدین اسلام کے پاس ختم ہو گیا، اہل لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس میدانِ کارزار اور بیابان ہاؤ ہو میں جب پانی کی بوند کو ترسنے لگیں تو جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "حضور! پانی نہیں ہے، ہمیں پانی دیجیے۔" تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کی اس امداد طلبی پر کفر و شرک کا فتوٰی لگایا۔ کیا آپ نے صحابہ کی اس گزارش پر اپنی معذوری کا اظہار فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اس مالک و مختار کائنات آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پانی دینے کے لئے کوئی برتن طلب فرمایا تو عشاقِ رسول اور سرفروشانِ اسلام نے ایک خالی چھاگل حاضر کر دی پھر اس چھاگل کو لے کر مختار کل نے اس میں اپنا دستِ اقدس رکھ دیا تو فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ کہ آپ کے دستِ انور کی مبارک انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا۔ گویا مالکِ کوثر و تسنیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی انگشت ہائے مبارک کا کنکشن حوض کوثر سے کر دیا۔ پیاسے آتے تھے اور سیراب ہو ہو کر جاتے تھے یعنی ؎

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر وہاں ایک لاکھ بھی نفوس ہوتے تو وہ بھی دریائے رحمت کے اس پانی سے سیراب ہو سکتے تھے، مگر ہم وہاں اس وقت صرف ڈیڑھ ہزار آدمی اور کچھ ہماری سواری کے جانور تھے۔ یہی نہیں بلکہ ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور متعدد مواقع پر پانی جاری فرما دیا۔ طوالتِ بیان کے خیال سے میں جن کی تفصیل کی طرف جانا نہیں چاہتا ؎

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری، جن سے دریائے کرم ہیں جاری
موج پہ آتی ہے جب غمخواری، تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں
(اعلیٰحضرت بریلوی)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عصا لگا کر پتھر سے پانی چلایا تو ہمارے رحمۃ للعالمین کی شان والے آقا نے مقام ذوالمجاز پر (جو عرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے) اپنے چچا ابو طالب کی پیاس بجھانے کے لئے ایک پتھر پر اپنے پائے اقدس کی ٹھوکر لگا کر پانی کا چشمہ جاری فرما دیا۔ اور ابو طالب کے سیر ہو جانے کے بعد پھر ایڑی کی ٹھوکر سے پانی بند کر دیا۔ چنانچہ ابو طالب اس اعجاز عظیم کو دیکھکر کہتے ہیں۔ فَاِذَا اَنَا بِمَاءٍ لَمْ اَرَیٰ مِثْلَہٗ کہ میری آنکھوں نے ایسا چشمہ اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر!

یہ تو پانی کی بات ہے، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہ کرام کی تشنگی دور فرمانے کے لئے دودھ کی نہریں بھی جاری فرما سکتے ہیں۔ آدٔ لگے ہاتھوں آپ کے اس حیرت انگیز اور ایمان افروز اعجاز کا بیان بھی سنتے چلیئے۔ وہ ایسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مفلوک الحالی کے باعث ایک دفعہ بھوک کی شدت سے میری حالت نہایت نحیف و خستہ ہو گئی۔ کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا اور کبھی کچھ، مگر میں اس کے باوجود کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے میں عار محسوس کرتا تھا۔ ایک روز اس خیال کے پیش نظر سر راہ بیٹھ گیا کہ جو بھی میرے پاس سے گزریگا میں اس سے کوئی بات کروں گا تو میری اس نحیف و نزار حالت اور نقاہت طبع کو محسوس کر کے مجھے کچھ کھانے کے لئے دے گا۔ اس خیال کو دل میں لئے ایک روز راستے پر بیٹھا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گزرے تو ان سے میں نے قرآنی آیت کے بارے میں کچھ مسائل دریافت کئے تو وہ بھی فرما کر میری حالت محسوس کئے بغیر چلے گئے۔ پھر اسی راستے سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی گزر ہوا تو ان سے بھی کچھ ایسی ہی گفتگو ہوئی، مگر وہ بھی بات کرنے کے بعد آگے نکل گئے کہ اتنے میں غمخوار کائنات آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر کی شان والے خالق کے محبوب خاص علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے میرے چہرے کو دیکھا اور میرے دل کی بات کو سمجھکر تبسم فرمایا کہ دندان مبارک سے نور کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور ارزانیٔ جلوہ سے یہ حقیقت میرے دل پر روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ؎ مؤلف.

جلوے حریم قدس کے رقصاں ہیں چار سو
روشن جہاں تجلّیٔ مہر دنیٰ سے ہے
پرتو ہے مہر و ماہ میں ان کے جمال کا
عالم تمام بقعۂ نور اس ضیاء سے ہے

پھر ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ! میرے ساتھ چلو" میں تعمیل ارشاد میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ چلتے چلتے ہم دولت کدۂ رسالت پر پہنچے، جہاں ایک پیالہ دودھ کا بھرا ہوا موجود تھا تو حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ ابو ہریرہ! جاؤ اصحاب صُفّہ کو بھی بلا لاؤ" میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ اصحاب صُفّہ تو ستّر آدمی ہیں، ایک میں بھی ہوں اور پھر حضور بھی ہیں۔ اتنے افراد میں ایک پیالہ دودھ، کیا کسی کی پیاس بجھا سکے گا۔ خیر میں مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ کے ارشاد باری تعالیٰ کو دل میں لئے، جا کر اصحاب صفہ کو بلا لایا۔ جب سب کے سب خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ کا پیالہ میری طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "ابو ہریرہ، پہلے اپنے ان سب بھائیوں کو پلاؤ" میرے دل میں پھر وہی خیال دوڑا کہ ایک پیالہ اور اتنے آدمی۔ چنانچہ میں نے اطاعت رسول کو مقدم خیال کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سب کو پلانا شروع کر دیا۔ شدت تشنگی کے سبب، میں ایک کو پلا کر یہ دیکھتا تھا کہ شاید حضور اب بھی مجھے یہ دودھ پینے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں مگر محبوب علّام الغیوب نے ارشاد فرمایا۔ "ابو ہریرہ! تقسیم کرنے والے کی باری سب سے آخر پر آیا کرتی ہے" حتیٰ کہ میں نے جملہ اصحاب کو پلا دیا، مگر ان سب کے سیر ہو جانے کے بعد بھی پیالے کا دودھ ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا اور ستّر افراد کو دودھ پلانے کے بعد بھی

میں پیالے کے پیندے کو نہ دیکھ سکا۔ اس کے بعد میں نے وہ پیالہ حضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا تو حضور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "ابوہریرہ! اب اس دودھ کو پینے والے ہم دونوں باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو اس مالک کوثر و سلسبیل نے ارشاد فرمایا۔ "اچھا بیٹھ جاؤ اور اب پیئے تم۔ ہوں" مجھے پیاس کا غلبہ شدت اختیار کر چکا تھا۔ میں نے پینا شروع کر دیا۔ جب میں نے کچھ پی لیا تو حضور نے فرمایا "اور پیو!" تو میں نے اور پیا۔ پھر حضور مجھے پینے کے لئے باربار فرماتے رہے اور میں پیتا گیا۔ آخر میں نے وہ پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قسم ہے اس ذات عالی صفات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اب تو میں بالکل سیر ہو چکا ہوں اور پیٹ میں مزید پینے کی گنجائش نہیں رہا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وہ پیالہ لے کر رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔

نعرۂ تکبیر ..... اللہ اکبر نعرۂ رسالت ..... یارسول اللہ

سبحان اللہ! کیا کیا اعجاز ہیں کوثر و تسنیم اور سلسبیل کے مالک و مختار کا دریائے فیض و رحمت جب جوش میں آ گیا تو پتھرے چشمہ تو درکنار ایک پیالہ دودھ کو سمندر میں تبدیل کر دیا۔ حالانکہ وہ دودھ ایک آدمی کے لئے بھی کافی نہ تھا مگر قربان جائیے جناب رحمۃ اللعالمین کی شان اعجاز پر کہ ستر بہتر آدمی تو کجا اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو اس ایک پیالے سے سیراب ہو سکتے تھے ؎

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اگر پتھر سے پانی جاری کر دیا تو اتنا عجیب نہیں جتنا کہ خشک چھاگل میں ہاتھ ڈال کر انگلیوں کے چشمے بہانا، ابوطالب کے لئے پتھر سے پانی جاری فرما کر رفع تشنگی کے بعد پھر بند کر دینا اور پھر ایک پیالہ دودھ سے ستر بہتر آدمیوں کو سیراب کر دینا عجیب ہے، ان مبارک انگلیوں کے اعجاز کی بوقلمونی کا کیا کہنا ؎

ماہ را انگشت او بشگافتہ
مہر از فرمانش از پس یافتہ

سورۂ قمر کی پہلی آیت میں انگشت ہائے مقدس کے اسی اعجاز عظیم کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ کفار ناہنجار آپ کو ساحرٌ عظیمٌ کے نام سے یاد کرتے تھے (معاذ اللہ)۔ یعنی بہت بڑا جادوگر سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ جادو کا اثر اجرام فلکی پر نہیں ہو سکتا، اس لئے انھوں نے آپ کی ہمہ گیر نبوت و رسالت کی آزمائش کی خاطر شقّ القمر کا معجزہ طلب کیا۔ بھلا وہ ہستی اکمل جسے خالق کائنات نے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کے خطاب دلنواز سے سرفراز فرمایا ہو جو باعث تخلیق دو عالم ہو۔ یعنی کون و مکان کی ہر چیز جس کی خاطر ہی ظہور پذیر ہوئی ہو، اور مکان و لامکان کا ذرہ ذرہ جس محبوب کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہو، بھلا اس پیکر جمیل کی ادائے ناز پر چاند کیونکر نہ قربان ہوتا، اس جامع المعجزات نبی نے کفار کے اس مطالبے کو بکمال خندہ پیشانی قبول فرمالیا اور تماشائیوں کے اجتماع عظیم کی معیت میں کوہ صفا پر پہنچ کر فَاَشَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبَابَتِہٖ اِلَی الْقَمَرِ۔ صاحب اعجاز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ کی دیر تھی ماہتاب عالمتاب دو پارہ ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں ٹکڑوں میں کافی فاصلہ نظر آنے لگا اور دوسرے اشارے سے دونوں ٹکڑے باہم مل کر چاند مکمل بھی ہو گیا ؎

ہے شق القمر اک اشارے کا مظہر
سماوات پر اختیار اللہ اللہ

مگر اس معجزۂ عظیم کے اظہار پر بھی رئیس الکافرین دشمن دین ابوجہل لعین اپنی کورہ چشمی اور تیرہ باطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اِنَّ مُحَمَّدًا سَاحِرٌ عَظِیْمٌ ـــــ خداوند عزّ و جل ہم سب کو عقل فہیم قلب سلیم اور چشم بصیرت عطا فرمائے تاکہ ہم صاحب لولاک نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مطہرہ کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں۔ آمین ثم آمین +

حضرت مولانا نسیم بستوی

خدا پرست

خدائے برتر و اعلیٰ کے دربار میں سر عبودیت خم کرنے والا نہ صرف یہ کہ دیگر تمام مادی ذرائع و وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے بلکہ انسانیت کی اس منزل سے ہم کنار ہو جاتا ہے جہاں کسی بھی دیگر غیر اسلامی قوموں کی نگاہ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ غیر اللہ کو اپنا معبود بنانے والا کبھی بھی کامرانی نہیں حاصل کر سکتا اور جو شخص اپنا وجود خدا کی عبادت کے لئے وقف کرے گا وہ اپنی زندگی کو مشکلات و مصائب میں گھری ہوئی نہیں دیکھ سکتا اور ہر لمحہ رحمت الٰہی و تائید خداوندی اس کی رہنما و مددگار ثابت ہوگی۔ کوئی صحیح معنی میں توکلت علی اللہ کے خالص جذبات کے ساتھ خدا کو یاد کر کے تو دیکھے ذیل میں ایک آتش پرست دو بھائیوں کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت یا اپنے اندر رحمت و برکت کا کتنا عظیم خزانہ رکھتی ہے اور خدا کے مخلص بندوں کی کس قدر مدد کرتی ہے۔ (ن۔ ب)

وہ دونوں آتش پرست تھے بڑے بھائی نے ۷۳ سال تک آگ کی پرستش کی اور چھوٹے نے ۳۵ سال تک مگر ان کے دلوں میں اطمینان و سکون کی روشنی پیدا نہیں ہوئی اس کے باوصف دونوں کا خیال باطل یہ تھا کہ آگ اب ہم کو نہ جلائیگی کیوں کہ اس کے آگے سالہا سال سر عبودیت خم کیا ہے اور اسے خدا سمجھ کر پوجا ہے۔

ایک دن دونوں بھائیوں میں کچھ اس قسم کی گفتگو ہوئی۔ چھوٹا بھائی آؤ دیکھیں تو بھلا کیا آگ ہم کو جلا دیتی ہے جس طرح ہمارے غیروں کو جلا دیتی ہے ورنہ بدستور اس کی پرستش کرتے رہیں چنانچہ آگ روشن کی گئی اور چھوٹے بھائی نے اپنے بڑے بھائی سے اس طرح کہا۔

چھوٹا بھائی۔ بھائی صاحب آزمائش کے لئے آپ پہلے آگ میں ہاتھ ڈالیں گے یا میں؟

بڑا بھائی۔ پہلے تم ہی آگ میں ہاتھ ڈالو۔

چنانچہ چھوٹے بھائی نے اپنا ہاتھ آگ کے شعلوں کے اندر رکھ دیا اور آگ نے فوراً اس کی انگلیاں جلا دیں جس کی تکلیف کی تاب نہ لا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا اور بصد افسوس و تحسر کہنے لگا۔ افسوس میں نے اتنے سالوں تک تیری پرستش کی مگر اس کے باوجود اے آگ تو نے مجھ کو بھی تکلیف دینے سے اعتراض نہ کیا اور غیروں کی طرح میرے ساتھ بھی سلوک روا رکھا پھر اپنے بڑے بھائی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اے بھائی آؤ اس ذات کی عبادت کریں کہ اگر ہم پانچ سو سال تک دریائے معصیت میں غرق رہیں تو ایک گھڑی کی اطاعت اور ایک مرتبہ کے استغفار سے ہم کو معاف فرما دے۔"

اس کے بڑے بھائی نے بھی اس کو تسلیم کیا۔ پھر چھوٹے بھائی نے کہا کہ اب ہم اس شخص کے پاس چلیں جو ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت کرے۔ بڑے بھائی نے اس مشورہ کو بھی بخوشی مان لیا اور دونوں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جو اس وقت عوام الناس کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ جب ان دونوں کی نگاہیں حضرت پر پڑیں تو بڑے بھائی کا ارادہ بدل گیا کہنے لگا کہ ہمارے اوپر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ میں اسلام نہ لاؤں کیونکہ میری عمر کا اکثر حصہ آگ کی پرستش میں گذر چکا ہے۔ اب میں اگر اسلام کا مذہب قبول کر لوں گا تو مجھ کو میرے گھر والے طعنہ دیں گے اور عزت دلائینگے ایسی صورت میں جہنم کی آگ ان کے طعن و تشنیع سے زیادہ بہتر ہے۔"

چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ بھائی صاحب آپ زبردست غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ ان کا برا بھلا کہنا ایک خاص وقت تک رہے گا۔ پھر مرور ایام ولیالی سے ختم ہو جائیگا مگر جہنم کی آگ سے آپ کو کبھی بھی نجات نہ ملے گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔" مگر بڑے بھائی نے کوئی بھی بات نہیں سنی وہ اپنی جگہ پر اڑا رہا اور کچھ دیر کے بعد واپس چلا گیا۔

چھوٹا بھائی حضرت مالک بن دینار کی خدمت میں اہل و عیال کے ساتھ حاضر ہوا اس وقت حضرت مالک بن دینار مجلس میں بیٹھے ہوئے وعظ کی باتیں کر رہے تھے جب آپ اس سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص کھڑا

ہوا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور درخواست کی کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اور ساتھ اس کے اہل وعیال کو بھی حلقہ اسلام میں داخل کر لیا جائے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے اس کو اور اس کی اولاد اور عورت کو اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد اس نے واپسی کا ارادہ کیا۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ اے نوجوان ٹھہر جا میں تیرے لئے کچھ سامان کر دوں جو تیری زندگی کے لئے کچھ آسائش پہنچا سکے کیوں کہ اس وقت تیرے پاس معاش کا کوئی ذریعہ نہیں"

اس شخص نے جواب دیا کہ "اب مجھے کچھ نہیں چاہیئے" یہ کہہ کر چلا گیا اور ایک ویران مقام پر پہنچا جہاں اس کو ایک گھر ملا جس کو اس نے غنیمت جانا اور اس میں اتر پڑا کسی نہ کسی طرح رات بسر کی۔ جب صبح کا وقت ہوا تو اس کی بیوی نے کہا کہ "جایئے شہر میں مزدوری کر کے کھانے پینے کا سامان لے کر آیئے" وہ شخص بازار گیا اور اس کوشش میں چاروں طرف پھرتا رہا کہ کوئی شخص اس کو مزدور رکھ لے گا مگر کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد ایک ویرانہ میں جاکر مغرب تک خدا کی یاد کرتا رہا اور شام کو خالی ہاتھ مایوس ہوکر گھر کی طرف چل دیا۔ بیوی نے پوچھا کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں ہمراہ کیوں نہیں لائے کیا مزدوری نہیں ہوئی جواب دیا کہ آج میں نے بادشاہ کا کام کیا ہے مزدوری اس نے کل دینے کو فرمایا ہے کل کی طرح آج رات کو بھی سب بھوکے سو رہے۔ صبح ہوئی تو وہ بازار میں داخل ہوا مگر اسے آج بھی مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا اور مغرب تک ویرانے میں خدا کے ذکر میں مشغول رہا اور شام کے وقت خالی ہاتھ گھر میں داخل ہوا اور بیوی سے کہا کہ" بادشاہ نے جمعہ کے دن مزدوری دینے کا وعدہ کیا ہے"۔ جب جمعہ کی صبح آئی تو یہ شخص پھر حسب معمول بازار میں گیا مگر آج بھی مزدوری نہ پاکر ویرانے میں پہنچا اور خدا کی طرف لو لگا کر بیٹھ گیا اس حالت میں جب دن ختم ہونے لگا اور شام قریب آنے لگی تو اس نے بارگاہ الٰہی میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس طرح گڑگڑا کر عرض کرنا شروع کیا

"یارب لقد اکرمتنی بالاسلام وتوجتنی بتاج الھدیٰ فبحرمۃ ھذا الذین وبحرمت ھذا الیوم المبارک ارفع نفقۃ العیال عن قلبی وانا استحیی من عیالی واخاف من تغیر حالھم لحد امت عھدھم بالاسلام"۔ یعنی اے پروردگار تو نے مجھے اسلام کی نعمت سے عزت والا بنایا اور ہدایت کا تاج پہنایا پس اس دین اور اس مبارک دن کے صدقے میں میرے عیال کے خرچ کی فکر میرے دل سے دور کر دے اور میں اپنے عیال سے شرم کرتا ہوں اور ان کے موجودہ حال کے تغیر سے ڈرتا ہوں ان کا اسلام میں نیا زمانہ ہونے کے باعث۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو وہ جامع مسجد میں گیا اس کی اولاد پر بھوک کا غلبہ تھا اسی عالم میں اس کے گھر پر ایک شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اس کی عورت گھر سے باہر نکلی تو اچانک اس نے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جس کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا اور ریشمی رومال سے ڈھکا ہوا تھا اس جوان نے کہا کہ" اس کو لے لو اور اپنے شوہر سے کہہ دینا کہ یہ اس کے دو دن کے کام کی مزدوری ہے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کرے گا تو اس کی اجرت اور بھی بڑھا دی جائے گی۔

عورت نے وہ طبق لے لیا اور اس کو کھولا تو اس میں ایک ہزار دینار رکھے ہوئے تھے۔ عورت ایک دینار لے کر صراف کے پاس گئی جو نصرانی تھا اس نے دینار کو وزن کیا تو وہ دو مثقال کا ٹھہرا اور جب نصرانی کی نگاہ دینار کے نقش کی طرف اٹھی تو معلوم ہوا کہ یہ دینار سکہ نہیں بلکہ آخرت کے تحفوں میں سے ہے۔ نصرانی نے حیرت سے پوچھا کہ یہ دینار کہاں سے ملا تو عورت نے اس کے جواب میں سارا واقعہ بیان کر دیا نصرانی واقعہ سن کر بہت متاثر ہوا اور اس عورت سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرو عورت نے اسلام کی تلقین کی اور وہ نصرانی مسلمان ہو گیا اور اس عورت کو ایک ہزار درہم دیئے اور کہا کہ ان کو خرچ کرو اور جب ختم ہو جائیں تو مجھ سے پھر کہنا" عورت ایک ہزار درہم لے کر گھر آئی اور خوش خوش کھانا پکانے میں مشغول ہو گئی۔

ادھر اس کے شوہر نے مغرب کی نماز پڑھ کر گھر آنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ اس نے کام آج بھی نہیں کیا تھا اس لئے محض تسلی کے لئے اس نے اپنے رومال میں مٹی بھر لی اور دل میں کہنے لگا کہ جب میری عورت اجرت کے متعلق سوال کرے گی تو میں اس کو جواب دوں گا کہ یہ آٹا ہے جو میری اجرت میں ہے۔!

جب وہ گھر کے قریب آیا تو اس نے دور ہی سے محسوس کیا کہ گھر پہلے سے آراستہ ہے اور کھانا تیار ہو رہا ہے رومال کو دروازے پر رکھ دیا تاکہ اس عورت کو خبر نہ ہو پھر اپنی بیوی کا حال معلوم کیا بیوی نے جواب میں ایک نوجوان کی آمد اور طشت وغیرہ کے ملنے کا واقعہ من وعن بیان کر دیا وہ اپنی بیوی سے یہ ماجرا سن کر سجدۂ شکر بجا لایا پھر عورت نے رومال کے متعلق سوال کیا کہ وہ اس میں کیا لایا ہے شوہر نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں مت پوچھ اس کے بعد رومال کے پاس گیا اور اس کے اندر بھری ہوئی مٹی کو پھینک دینے کا ارادہ کیا جب اس کو کھولا تو اس کے اندر آٹا بھرا ہوا دیکھا وہ شخص دوبارہ بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر بجا لایا اس نعمت پر جو اللہ عز وجل

جنگ بدر وہ جنگ ہے جو اپنی نوعیت واہمیت کے اعتبار سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم میں خاص شہرت کی حامل ہے۔ کفر و اسلام کی اس سے بھی شدید تر جنگیں ہوئیں مگر جو شہرت اس جنگ کو نصیب ہوئی وہ اور کسی جنگ کو نصیب نہیں۔ مغربی مورخین نے بھی اس جنگ کو بہت اہمیت دی ہے اور اس کے اسباب وعلل اور نتائج پر صفحات کے صفحات رنگتے اور لکھتے چلے گئے ہیں آخر کفر و اسلام کا یہ پہلا معرکہ تھا اولین منظم وباقاعدہ جنگ تھی کفر کی تمام طاقتیں اپنی پوری قوت وشوکت کے ساتھ اسلام پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ قریش کے تمام رؤسائے اعظم اور شجاعان مکہ کی تمام طاقتیں سیلاب بن کر امنڈ آئی تھیں صنم کدہ مکہ کے تمام بڑے بڑے باجبروت اور پرسطوت بت اس جنگ میں سرنگوں ہو گئے ایک طرف مٹھی بھر بے سرو ساماں مسلمان تھے اور دوسری طرف قریش اپنی پوری طاقتیں پورے جوش کے ساتھ اور پورے ساز و سامان کے ساتھ پوری تیاریوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہر اعتبار سے بہت اہم بہت خونریز بہت خوفناک اور بہت انقلاب انگیز جنگ تھی۔ شرکائے جنگ کے لحاظ سے جنگ کتنی ہی چھوٹی ہو مگر نتائج وعواقب کے اعتبار سے دنیا کی یہ کسی ایک بھی بڑی سے بڑی اور مشہور جنگ سے ہرگز کمتر نہیں۔

یہی وہ جنگ تھی جس کی کامیابی وفتحمندی نے فرزندان توحید کے تہور وبسالت اور شکوہ وعظمت کی ایک دھاک بٹھا دی اور کفار کو اپنی تمام ستم رانیوں جلادیوں قصابیوں اور فرعونیوں کا بدلہ اسی پہلی جنگ کے نتائج وعواقب کی صورت میں مل گیا عرب بھر میں ایک شور برپا ہو گیا مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ اور ہر محلہ گہوارہ شیون وفریاد بن گیا۔ کفرستاں میں مسلمانوں کی ایک طاقت اور جنگ دل میں فرزندان توحید کو ایک قوت سمجھا جانے لگا۔ مسلمانوں نے بڑے بڑے جباروں کے کلیجے چیر کر اور دل پھاڑ کے رکھ دیئے سیزدہ سالہ مظلومی وستم رسیدگی کا انتقام دل کھول کر لیا گیا۔ کہرام ڈالنے والوں کے گھروں میں خود کہرام پڑ گیا اور کچلنے والے خود ہی مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے گئے۔

معاندین ملّت کی متعصّبانہ ہرزہ سرائی

بدر ایک غیر معروف گاؤں تھا جس کے قریب ایک چشمہ بہتا تھا اور سالانہ میلہ لگتا تھا اور بس! اس کے علاوہ نہ اس کی کوئی اہمیت تھی اور نہ شہرت تھی، اتنی بات ضرور تھی کہ بدر اس نقطہ کے قریب واقع ہوا تھا جہاں شام سے مکہ جانے کا راستہ دشوار گذار اور پرپیچ گھاٹیوں میں ہو کر گذرتا تھا مغربی مورخین نے اس جنگ کے حالات اس انداز سے لکھے ہیں جن سے دل پر یہ اثر پڑتا ہے کہ خود رسول کریم ۳۱۳ فرزندان توحید کو اپنے جلو میں لیکر اس عزم وارادہ سے نکلے تھے کہ وہ مکہ والوں کے اس تجارتی قافلہ والوں کو لوٹ لیں جو ابوسفیان کی زیر قیادت شام سے واپس آ رہا تھا اور جس کے ساتھ تیس چالیس افراد کے سوا اور کوئی جنگی طاقت نہ تھی۔ قافلہ تو اسی اثنار میں ایک شہر پاکر ساحل بحر کی طرف سے بچکر نکل گیا مگر اس کے لٹ جانے کی افواہ سنکر اس کی کمک کے لئے جو لشکر فوری طور پر مرتب ہو کر بڑھا تھا اس سے ان مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ اسی سے معاندین اسلام کے تازہ تعصب میں اشتعال پیدا ہوا اور انھوں نے ساری محققانہ نگارشوں اور مستند تاریخی سندوں کو نظر انداز کر کے انہی تحریروں کو اپنے تخیلات وقیاسیات کی اساس وبنیاد بنالیا اور حقائق نگاری کے بجائے افسانہ نگاری شروع کر دی کیونکہ ان کا تو مقصد وحید ہی یہ رہا ہے کہ یہ لوگ پیروان اسلام اور پیشوائے اسلام کو دنیا کے سامنے بڑے سے بڑے رنگ میں پیش کر کے اپنے تعصب مذہبی کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھانے اور دنیا کی نگاہوں میں خاک جھونکنے کی سعی کریں۔

اسی بنا پر آج تک تسلسل وتواتر کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا رہا ہے کہ رسول کریم کو کفار سے جو جنگیں لڑنا پڑیں وہ مدافعانہ جنگیں ہرگز نہ تھیں بلکہ اس مقصد کے لئے لڑی گئی تھیں کہ رسول کریم کفار کے تجارتی

قافلہ لوٹ کر بے سرو سامان مسلمانوں کے لئے معاش کی سبیل پیدا کریں لیکن ظاہر ہے کہ اتنی بڑی اور مشہور جنگ کے اسباب وعلل پہ نہ دیر تک پردہ پڑا رہ سکتا تھا اور نہ دنیا کو گمراہ کیا جا سکتا تھا اگر آپ لوٹنے ہی کے لئے آئے تھے کیا فوری کمک اور وہ بھی ایک تجارتی قافلہ کو بچانے کے لئے ایسی ہو سکتی ہے . . . . اور پھر کمک میں تمام روسائے اعظم اپنی پوری قوتیں لیکر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں . . . . اگر کمک یہی ہے تو پھر اصل لشکر کیا ہوتا ہے . یہ سب افسانہ نگاریاں اور تحریف حق کی مساعی ہیں کیونکہ خود ان متعصبوں اور تنگدلوں کو بھی اعتراف ہے کہ یہ جنگ بیحد اہم اور مشہور جنگ تھی. جو بڑے جوش اور پرشکوہ کے ساتھ میدان بدر میں اس مقام پر لڑی گئی جو مدینہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور بے سرو سامان مسلمانوں نے اس پہلی ہی جنگ میں کفاروں کے سینوں کو چھید کر رکھدیا۔ اور اسے تنگی سے بھی زیادہ قوت کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ ہر طرف کہرام مچ گیا۔

جنگ بدر کے حقیقی اسباب وعلل

دنیا جانتی ہے کہ ہجرت کے بعد ہی کفار نے شرانگیزیوں کا آغاز کر دیا تھا عبداللہ بن ابی کو خط لکھکر حضرت سعد کو عمرہ سے روکا یہود کو بھڑکایا، قبائل کو مخالفت پر ابھارا، کرز نہری نے بڑھکر اور مدینہ پر حملہ کر کے مویشی لوٹ لئے۔ مکہ میں اس زور شور سے جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں کہ مسلمانوں کو راتیں مسلح حالت میں جاگ کر گذارنی پڑتی تھیں. مصارف جنگ کے لئے اہتمام کیا گیا اور اس سرگرمی و جوش کے ساتھ کیا گیا کہ اس مرتبہ جو قافلہ تجارت شام کیلئے روانہ ہوا تھا اس میں مکہ والوں نے اپنی تمام پونجی اور سارا سرمایہ لگا دیا تھا جس کی انتہا یہ ہے کہ زنان مکہ نے بھی اس تجارت میں حصہ لیا تھا اور طے پا گیا تھا کہ تمام منافع مصارف جنگ کے لئے وقف کر دیا جائے گا۔ آخر یہ اہتمام جنگ کے لئے نہ تھا تو اور کس لئے تھا۔ حملہ چراگاہ پر کیوں کیا گیا۔ قبائل میں کس غرض سے آگ لگائی اور عبداللہ بن ابی کو خط لکھنے اور حضرت سعد کو طواف سے روکنے کا داعیہ کیوں کیا گیا۔

یہ محض ایک اتفاق تھا کہ آدمی بھیجے جاتے ہیں بطن نخلہ میں قریش کی اپنی سرگرمیوں کا پتہ لگانے کے لئے اور قتل ہو جاتا ہے ابن الحضرمی جو ش

تو پہلے ہی تھا مگر اسے عام کرنے کے لئے غرضمندوں اور کار فرماؤں نے اس واقعہ کو حق بجانب ضروری اور فوری بنانے کیلئے یہ بھی پھیلا دیا مسلمان قافلہ کو لوٹنے کے لئے آرہے

حکیم بن حزام سپہ سالار افواج قریش عتبہ بن ربیعہ کے پاس پہنچے جو انھیں کی طرح مکہ میں ایک نیکدل اور دولتمند رئیس تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ مفت میں سیکڑوں لاشیں خاک وخون میں تڑپیں اور رائی کا پہاڑ بن جائے۔ ان سے کہا کہ آپ چاہیں تو آج ہی کا دن آپ کی نیکنامی کی ابدی یادگار بن جائے۔ اس جواب پر کہ وہ کیونکر! فرمایا قریش کا مطالبہ ہی کیا ہے. ابن الحضرمی کا محض خون بہا اور آپ کا حلیف تھا آپ اس کا خون بہا ادا کر کے آج ہی اس سیلاب جوش ومصیبت کو روک سکتے ہیں. عتبہ تو خود فطرتاً نیک نفس تھا ہی اس نے فوراً منظور کر لیا لیکن پھر بھی ایک عتبہ سے کچھ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اوروں کا بالعموم اور ابو جہل و ولید کا بالخصوص متفق ہونا تو ضروری تھا کہ یہ خود رئیس اعظم قریش کا بھتیجا اور ایک رئیس اور سرگرم انسان تھا مگر یہی لوگ تو جنگ کی آگ بھڑکانا چاہتے تھے کہ خاندان مخزوم سے تعلق رکھتے تھے اور خود کو بنو ہاشم کا ہمسر سمجھ کر ان کی قوت کو اس پیغمبرانہ صولت سے بڑھتے دیکھنا ہرگز گوارا نہ کرتے تھے ابو جہل استہزاءً بولا "میں جانتا ہوں کہ عتبہ بن ربیعہ کی ہمت نے اسے جواب دے دیا ہے کہ خود اس کا فرزند ابو حذیفہ مخالف لشکر میں موجود ہے وہ ضرور مقابلہ پر آئے گا. بس اسی لئے جنگ سے جی چراتے ہیں کہ بیٹے کو زخم نہ پہنچے اور وہ بھی سہارا دیے سلامت رہے۔

ابوجہل کی شیطنت کاری وشرانگیزی

عرب میں کتنی ہی برائیاں ہوں لیکن فیاضی وشجاعت ان کی گھٹی میں پڑی تھی ہر طعنہ سن سکتے تھے لیکن بخل وبزدلی کے مطاعن کا حریف کوئی ایک عرب بھی بننا گوارا نہ کر سکتا تھا موت سے ڈرنا ان کے لئے بہت بڑا عار تھا. پڑھ چکے ہو کہ ابوطالب السلام کی صداقت کے ہر طرح معترف اور رسول کریم کے پشت وپناہ ہونے کے باوجود آپ کے کہنے پر علانیہ کلمہ شریف نہ پڑھا تھا اور ابو جہل کے ٹوکنے پر کہہ اٹھے تھے کہ کلمہ تو ضرور پڑھ لیتا مگر اس لئے نہیں پڑھا کہ قریش کہیں گے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا یہ تھا ان کا عنوان شجاعت جوش کا راستہ غلط ہو یا صحیح مگر تھا دلیرانہ پہلو لئے ہوئے عتبہ اپنی نیکدلی کے باوجود

ابوجہل کے اس طعنہ کا حریف نہ بن سکا اور بولا کہ :-

"میدان جنگ کی سرزمین خود بتادے گی کہ نامرادی کا داغ کس کی قسمت بننے والا ہے"

اسی وقت سے جوش کے ساتھ سپہ سالارانہ حیثیت میں جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا اور حکیم بن حزام کی امن پسندانہ تجویز منظور ہوکر مسترد ہوگئی۔ ابوجہل کے سینہ میں رسول کریم کے اس کی تجویز قتل کے علی الرغم الف بچ کر نکل جانے سے جوش معاندت کا ایک جہنم سلگ رہا تھا کہ یہ ابتدا ہی سے بیحد سرگرم تھا۔ مخزومی تھا اور اخنس بن شریق سے رسول کریم کے متعلق کہہ ہی چکا تھا کہ بنو ہاشم جب ہم سے کسی طرح بازی لیجا سکے تو اب پیغمبری کے دعویدار بنے ہیں خدا کی قسم ہم اس پیغمبری پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے' یہی ستانے میں سرگرم رہا اسی نے جلسہ مشاورت میں قتل کی قابل عمل اور سہل الحصول تجویز پیش کی تھی اسی نے عبداللہ بن ابی کو قتل کر ڈالنے یا نکال دینے پر زور دے کر کہا تھا ورنہ بصورت دیگر ہم ضرور مدینہ پر حملہ کر کے تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لائیں گے اسی نے حضرت سعد کو شدید دھمکی دی تھی اور طواف سے روکا تھا اسی نے ابوطالب کو کلمہ شریف پڑھنے سے روکا۔ اسی نے عتبہ کو طعنہ دیکر امن ومصالحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں نہیں مدینہ ہی میں ہیں اور خالی الذہن ہیں جب آپ کو اس جوش وخروش کا علم ہوتا ہے تو آپ صحابہ کرام کو مجتمع کر کے ان کے سامنے صورت حالات پیش کرتے ہیں مہاجرین تو اپنی بے بضاعتی کے باعث پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے انھوں نے بڑی جوشیلی تقریریں کیں جن کے دوران میں آپ انصار کی طرف برابر نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے رہے۔ اس پر سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا کہ

لشکر اسلام کا سفر

حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ حضرت مقداد نے کہا کہ ہم موسی کی قوم کی طرح نہیں جو یہ کہیں کہ "آپ اور آپ کا خدا جا کر دشمنوں سے نبٹ لیں۔ ہم لوگ تو آپ کے آگے پیچھے اور داہنے بائیں سے لڑیں گے" رسول کریم کے چہرۂ انور پر ان تقریروں سے مسرت وشادمانی کی ایک سرخی دوڑ گئی چنانچہ ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ آپ مدینہ سے نکلے اور ایک میل کا سفر طے کرنے کے بعد فوج کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ تین چار سو رضا کاران اسلام آپ کے ساتھ ہیں ان میں جن کی عمریں کم تھیں اور اچھی طرح نہ لڑ سکتے تھے انھیں آپ نے واپس کر دیا اس کے بعد جو شمار کیا گیا تو کل تین سو تیرہ جوانان اسلام نکلے جن میں ۶۰ مہاجرین تھے اور باقی انصار کرام۔ ایک مصیبت کے تمام امکانات خاک میں ملا دے اور اب اسی لئے عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ " دیکھتے بھی ہو تمھاری آنکھوں کے سامنے تمہارے بھائی کا خونبہا نکلا جا رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہوئے ہو"

عامر کو صدمہ تو تھا ہی دستور عرب کے موافق اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے گریباں تار تار کر دیا واعمراہ واعمراہ کے دلدوز نعرے لگانے شروع کر دیئے اور وہ بھی خاک اڑا اڑا کر جوش تو پہلے ہی پھیلا ہوا تھا۔ ابوجہل کی آرزو پوری ہوئی اور مکہ والوں کے قلوب میں ایک آگ لگ اٹھی۔

یہ ہوئی کہ آگے سے قریش کے سیلاب امنڈ نکلنے کا اندیشہ تھا اور پیچھے یہود ومنافقین لگے ہوئے تھے ان سے حفاظت کا اہتمام بھی ضروری تھا چنانچہ آپ نے عاصم بن عدی کا قبا میں اور ابولبابہ بن عبدالمنذر کا مدینہ میں تقرر کیا اور انھیں حاکم بنا کے آگے بڑھے اور منازل سفر طے کرتے ہوئے پانچویں روز میدان بدر میں پہنچ گئے۔ اور دو جاسوسوں کو قریش کی نقل وحرکت کا پتہ لگانے کے لئے آگے بھیج دیا جنھوں نے واپس ہو کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر عظیم وادی کے دوسرے سرے تک پہنچ چکا ہے۔ یہ جو سنا تو آپ نے اپنے عساکر مختصر کو وہیں قیام کا حکم دیا۔

قریش اور مسلمانوں کے لشکر کی حالت

لشکر اسلام کی بے سروسامانی۔ دیکھ لی کہ صرف ۳۱۳ افراد ہیں جن کے پاس نہ پورے اسلحہ ہیں نہ گھوڑے بخلاف ازیں لشکر قریش پورے ساز وسامان کے ساتھ سامنے آکر ڈٹ گیا ہے جو نہایت ممتاز ومعزز رئیس عتبہ بن ربیعہ کی زیر قیادت ہے تمام رؤسائے قریش اور شجاعان مکہ شریک ہیں۔ ایک ہزار جوانوں کی پیدل فوج ہے جو ہر قسم کے سامان جنگ اور کیل کانٹے سے لیس کھڑی ہے سو سواروں کا ایک دستہ علیحدہ ہے جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق ہے۔ رسد کا بھی شاندار انتظام ہے اور یہ طریقہ ہے کہ رؤسائے قریش فوج کے راشن کے لئے دس دس اونٹ روزانہ اپنی طرف سے باری باری ذبح کرتے ہیں عتبہ

عباس ابوجہل نظر بن الحارث حرث بن عامر ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سب شریک ہیں۔ اور سب باری باری اونٹ ذبح کر رہے ہیں گویا قریش کی پوری طاقت میدان میں ہے اور ایک ابوسفیان کے سوا جو شام گیا ہوا ہے قریش کے تمام چوٹی کے رؤسا و امرار و شجاع سب مکہ سے باہر آئے ہیں تاکہ مٹھی بھر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں اتنی بڑی منظم مرتب اور آراستہ ساز و سامان فوج کو ابلہان عالم کے سوا غالباً اور کوئی بھی تو کمکی فوج کہنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے جسم پر تو ثابت کپڑے بھی نہ تھے۔ جس طرح کارفرمایان حکومت و اہتمام کا دستور ہے کہ وہ عوام کو جوش میں لانے کے لئے نئے جوش انگیز عذرات تراش لیتے ہیں اور عوام کے سامنے عجیب بہانے پیش کر دیتے ہیں اور جس طرح برطانیہ بلجیم کی حمایت میں جرمنوں سے لڑنے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا اور در پردہ مقاصد اور ہوتے ہیں۔ اسی طرح قریش کا بھی حقیقی مقصد تو اور تھا مگر وہ بظاہر ابن الحضرمی کے قصاص لینے کے لئے بالخصوص اور قافلہ تجارت کو بچانے کے لئے بالعموم روانہ ہوئے تھے کیونکہ اس قافلہ میں سب کا روپیہ لگا ہوا تھا۔ اور سب کو اس کا تحفظ عزیز و محبوب تھا۔ حالانکہ رسول کریم اس وقت مدینہ ہی میں تھے اور آپ اس وقت روانہ ہوئے ہیں جبکہ جنگ کی پوری تیاریوں کا علم ہو چکا تھا کہا جا سکتا ہے کہ اگر مقصد قافلہ کا لوٹنا نہیں صرف دفاع تھا تو یہ مدینہ میں بیٹھ کر باحسن وجوہ انجام دیا جا سکتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کی عسکری لیاقت کا شاندار مظاہرہ تھا کہ آپ مدینہ نہ بیٹھے رہے ورنہ وہاں یقیناً یہود و منافقین بھی قریش کے ساتھ ہو جاتے اور اس وقت صورت حالات بالکل قابو سے باہر ہو جاتا اس طرح خود چل کھڑے ہو جانے سے ان دشمنوں پر بھی شجاعت اسلام کا اثر پڑا۔

میدان جنگ میں رسول کریم پر خشوع کا عالم

بدر کی زمین ریتلی تھی چشمہ اور کنوئیں پر قریش کا قبضہ ہو چکا تھا لیکن ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی اور دوسری طرف ان پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مگر ساقی کوثر یہ گوارا نہ کر سکے کہ دشمنوں کو پیاس سے تڑپا کر ماریں۔ اس لئے انھیں پانی لینے کی اجازت دے دی۔ رات کو سب تو سو رہے مگر آپ رات بھر مصروف عبادت رہے صبح فوج کے سامنے ایک معرکہ آرا تقریر کی اور خود اپنے دست مبارک خون میں آلودہ نہ کرنا چاہتے تھے اس طرح الگ ایک چھپر کے سائبان میں جا کر بیٹھ گئے۔ آپ کو بارگاہ الٰہی سے بشارت فتح پہلے ہی مل چکی تھی تاہم اسباب ظاہری کی بنا پر آپ نے خود فوج کو مرتب کیا اور مہاجرین اوس اور خزرج کے تین دستے مرتب کر کے علم جنگ حضرت مصعب بن عمیر کے سپرد کیا اوس کا علم سعد بن معاذ اور خزرج کا علم حباب بن منذر اور مہاجرین کا علم مصعب کو عطا ہوا پھر دست مبارک میں ایک تیر لیکر صفیں مرتب کیں اور تاکید کر دی کہ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلے اور سب خاموش و ساکت کھڑے رہیں۔ ابو حذیفہ ابن الیمان اور ابو حسل دو صحابہ مکہ سے آرہے تھے کفار نے عدم شرکت جنگ کا وعدہ ان سے لیکر چھوڑ دیا۔ رسول کریم نے فرمایا ایفائے عہد ضروری ہے تم شرکت نہ کرو۔ اسی موقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واُخریٰ کافرۃ (سورہ آل عمران) یعنی جو لوگ میدان جنگ میں باہم لڑے اس میں تمہارے لئے عبرت کے بہت سے سامان موجود ہیں۔ ایک فریق تو مخلصانہ خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا لڑنے والا فریق خدا کا منکر تھا گو نور و ظلمت کے دو لشکر آمنے سامنے تھے اور رحمانی اور شیطانی طاقتیں باہم ٹکرانے والی تھیں۔ جس وقت دونوں فوجوں میں تصادم شروع ہوا اس وقت رسول کریم پر خضوع و خشوع کی ایک حالت طاری ہو گئی دونوں ہاتھ پھیلا پھیلا کر پوری قوت کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے۔

بار الٰہا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے آج اسے پورا کر"

محویت و از خود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ ردائے مبارک دوش مبارک سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ کبھی سربسجود ہو جاتے اور عرض کرتے تھے کہ خدایا اگر آج یہ چند نفوس مٹ گئے — تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا"! کبھی سر اٹھاتے اور عجز و الحاح سے دعائیں مانگتے۔ یہ خضوع و خشوع یہ رقت و الحاح دیکھ کر بندگان خاص پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر نے پاس آکر عرض کیا حضور ہراساں نہ ہوں اللہ تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا کریگا عین اسی عالم میں جبریل امین یہ وحی لیکر نازل ہوئے سیھزم الجمع

ذریعہ خوشخبری دی کہ انشاء اللہ تو فوج غنیم عنقریب شکست ہوگی اور وہ بھاگ کھڑی ہوں گے اس نوید جانفزا کے سننے سے آپ کو تسکین ہوتی پہلے جو شان دیکھی وہ سپہ سالارانہ تھی اور دوسرا مظاہرہ پیغمبرانہ کمالات و اوصاف کا ایک عالم افروز نمونہ تھا۔

سپہ سالار قریش کا قتل

یہ جنگ عجیب جنگ تھی دو طرفہ مقابل حلقوں میں باپ بیٹے سامنے تھے دنیا میں بہت سی جنگیں ہوئیں لیکن یہ حیرت انگیز مناظر دنیا کی کسی ایک جنگ میں کبھی دیکھنے میں نہ آئے ہوں گے کہ باپ نے بیٹے کی گردن ایک وار میں اڑا کر رکھ دینے کے لئے قدم اٹھایا ہو۔ اور بیٹا باپ کا سر قلم کرنے کے لئے آگے بڑھا ہو سپہ سالار افواج قریش آگے بڑھا تو اور کوئی نہیں خود اس کے فرزند حضرت ابو حذیفہ تلوار کھینچ کر مقابلہ کو نکلے۔ حضرت صدیق اکبر کے بیٹے میدان میں نکلے تو خود حضرت صدیق اس کا سر قلم کرنے کو آگے بڑھے حضرت عمر نے اپنے حقیقی ماموں پر ایک بھرپور وار کیا (سیرت ابن ہشام)

آغاز جنگ سے پیشتر ابن الحضرمی کا بھائی دستور عرب کے مطابق سب سے پہلے میدان جنگ میں نکلا اور مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو للکارا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت فاروق کا غلام مہجع مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا۔ عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار افواج قریش ابوجہل کے طعن و تعریض سے برافروختہ تھا اس کے فوراً بعد وہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو جلو میں لئے اور اپنے سینہ پر شتر مرغ کا پر کا نشان امتیاز لگائے ہوئے بڑے جوش سے میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے عوف معاذ اور عبد اللہ بن رواحہ بڑھے ان کا حسب و نسب پوچھ کر عتبہ نے بہ آواز بلند کہا کہ محمد یہ لوگ ہمارے مقابلہ کے نہیں انصاری تھے تینوں پیچھے ہٹ آئے۔ اس کے بعد حمزہ علی اور ابو عبیدہ میدان میں مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے حضرت حمزہ اور ولید نے حضرت علی سے مقابلہ کیا لیکن آن کی آن میں عتبہ و ولید دونوں چور ہو کر گھوڑوں سے گرے اور تڑپے اور تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے البتہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے ابو عبیدہ کو مجروح کر دیا لیکن حضرت علی نے بڑھ کر اسے بھی جہنم بھیج دیا۔ اور نہایت جرأت سے ابو عبیدہ کو دوش مبارک پر اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔ اور رسول کریم کے سامنے لٹا دیا۔ اب ذرا یہ والہانہ سرشاری تو ملاحظہ فرمایئے کہ آنکھ کیوں کر آنسو بھرے۔ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہ گیا یہ بیتابانہ عرض و آرزو وہ شرف قبول حاصل کرتی ہے فرماتے ہیں: "نہیں تم نے یہ منصب حاصل کر لیا۔"

ابو عبیدہ بولے اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ میں ضرور ان اس شعر کا مصداق ہوں۔

"ہم محمد کو اس وقت تک دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے جب تک ان کے گرد لڑ کر نہ مر جائیں گے اور ہم محمد کے لئے اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت زبیر میدان میں نکلے اور تھوڑی دیر تک مقابلہ کرنے کے بعد عبیدہ بن العاص کو دو زخ کا مکیں بنا دیا۔ جس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

نامورانِ قریش کا خاتمہ

گھمسان کی جنگ بڑی شدید اور خوفناک جنگ تھی۔ مسلمان اپنی بہ نسبت تین گنی فوج سے لڑ رہے تھے۔ وہ فوج جو تمام کی تمام بہادران قریش پر مشتمل تھی دو انصاری بھائیوں سعد و معاذ نے ابوجہل رئیس قریش کی معاندت اسلام سنکر اسے جہنم پہونچانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ اس جنگ میں برقی سرعت رفتار کے ساتھ اسی کو ڈھونڈتے پھرتے تھے دیکھتے ہی یہ دونوں عقاب کی طرح اس پر جھپٹے اور اسے ٹھکانے لگا کر ہی دم لیا۔ عکرمہ نے باپ کو گرتے دیکھ کر سامنے سے نہیں عقب سے آکر معاذ کے ایسی تلوار ماری کہ شانہ سے ہاتھ کٹ گیا مگر تسمہ لگا رہ گیا جسے معاذ نے اسی وقت پاؤں کے نیچے دبا کر اور کھینچ کر توڑ ڈالا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ عتبہ ابوجہل امیہ بن خلف وغیرہ سرداران قریش قتل ہو گئے۔ اس سے قریش کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ کچھ نکلے اور بعض نے ہتھیار ڈال دیئے مسلمانوں نے اسی وقت اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگائے اور گرفتاریاں اور تعاقب شروع کر دیا چند لمحوں کے اندر اسود بن عامر عبد بن زمعہ حضرت عباس اور حضرت عقیل اور دیگر معززین گرفتار ہو گئے اس وقت رسول کریم

پر پھر ایک عجیب حالت طاری ہوئی سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور ہاتھ پھیلا کر دعا مانگی۔ غور کیجئے کہ وہ مسلمان جن کے جسموں پر ثابت لباس بھی نہ تھا پورے ہتھیار بھی نہ تھے تین سو تیرہ افراد کی اس مختصر فوج میں صرف دو گھوڑے تھے دوسری طرف گیارہ سو جوانان قریش پورے ساز و سامان سے آراستہ تھے اور اس کے دولتمند رسد کا سامان بہم پہونچا رہے تھے اس کے باوجود لشکر اسلام کے کل چودہ افراد شہید ہوئے جن میں صرف آٹھ انصار اور چھ مہاجر تھے۔ برعکس ازیں قریش کے ستر افراد قتل اور اسی قدر گرفتار ہوگئے وہ رؤسائے قریش جو دلیری دولتمندی اور ناموری میں شہرہ عرب تھے ایک ایک کرکے سب کے سب قتل ہوگئے۔ امیہ بن خلف، ابوجہل عاص بن ہشام شیبہ اور عقبہ ابوالبختری زمعہ بن الاسود منبہ بن الحجاج وغیرہ سب کے سب نامور فرزندان قریش میدان جنگ میں کھیت رہے عقبہ اور نضر بن الحارث اپنی انتہائی شیطنت کاریوں کے باعث اسیری کے بعد قتل کئے گئے۔ یہ عقبہ وہی ابن معیط تھا جس نے بحالت نماز آپ کے گلوئے مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی لاکر رکھدی تھی۔

گرفتار شدوں میں رسول کریم کے داماد ابوالعاص چچا حضرت عباس چچیرے بھائی حضرت عقیل بھی تھے۔ کفار کی لاشیں ایک کنواں کھدواکر اس میں ڈلوادیں امیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی اٹھانے کے قابل نہ رہی تھی اسے وہیں مٹی میں دبوادیا۔ شہدائے کرام کو عزت کے ساتھ دفن کیا۔ یہ اللہ کا فضل دیکھئے کہ فاتح کون ہیں وہ جو مسلسل دس برس نہیں چودہ برس تک مختلف مظالم کی آماجگاہ بنے رہے تھے اور ہزیمت خوردہ وہ ہیں جن کے ظلم اور سفاکیوں نے درندوں اور شیطانوں کو بھی مات کردیا تھا۔ اور جو ایک عظیم لشکر لیکر استیصال اسلام کی سعی کے لئے آگے بڑھے تھے۔

بقیہ معارف الحدیث صفحہ ۲۴ سے آگے

کریں تو بیٹھنے والوں کو سلام کا جواب دینا ضروری ہے اس لئے فرمایا سلام کا جواب دو۔

گزرنے والوں میں ہر قسم کے لوگ ہوں گے فاسق فاجر بھی اور متقی پرہیزگار بھی، نیک بھی ہوں گے اور بد بھی، بدوں کو نصیحت و ہدایت کی ضرورت ہے لہٰذا بیٹھنے والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ڈیوٹی لگادی جس سے بدوں کی اصلاح ہو ان کی بدکرداری دور ہو، وہ نیک بنیں جب ان بیٹھنے والوں پر ہدایت و نصیحت لازم کردی گئی تو ان کو خود نیک کردار ہونا ضروری ہوگیا۔ پہلے یہ خود بدکرداری سے بچیں پھر دوسروں کی رہنمائی کریں۔ یہ ہے سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور یہی صراط مستقیم ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

سمری بختیار

۸ر مئی ۶۳ء

فریدی کانفرنس

اس اعلان کا ہندوستان میں بڑے جوش و خروش کیساتھ خیر مقدم کیا جارہا ہے کہ بہار ریاستی فریدی کانفرنس ۵ر ۶ر جون ۶۳ء کو راٹن (ضلع مونگیر) میں ہونے جارہی ہے۔ ریاستی فریدی کانفرنس، کل ہند آبادانی کانفرنس کا پیش خیمہ ہے۔

راٹن میں کانفرنس کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہوگئی ہیں بچے بوڑھے، جوان اور عورتوں کا عزم قابل دید ہے۔ باہری مہمانوں کے لئے یہاں کا ہر گھر ابھی سے مہمان خانہ بن گیا ہے اس کے علاوہ خیموں کا شہر بھی بسایا جارہا ہے۔ یہ کانفرنس شیخ المشائخ حافظ فرید الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمات کا اعتراف، ان کے مشن کی تبلیغ ان کے سلسلہ کے خانقاہوں کی تنظیم اور مسلمانوں کے اندر وہ جذبۂ اخوت شعور اور جوش پیدا کرے گی جو مرد مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔ کانفرنس میں دو نمایندوں کی نشستیں اور تین عام اجلاس ہوں گے۔ ملک کے مشاہیر سُنی علمائے کرام اور صوفیائے عظام کو دعوت نامے بھیجے جاچکے ہیں۔ جواب آنے پر جلد ہی ناموں کا اعلان کردیا جائے گا۔ یہ کانفرنس ہندوستان کی تاریخ میں ایک یادگار ہوگی۔

محمد حسین ہاشمی۔ ناظم نشر و اشاعت بہار ریاستی فریدی کانفرنس
راٹن (مونگیر)

غزلیں

از نتیجہ فکر حسان الہند بیکل اتساہی
بلرام پوری

دل کو سکوں نہ آئے دُعا میں اثر نہ ہو
وہ دَرد دے کہ جس کی دوا عُمر بھر نہ ہو

وہ جلوہ بے حجاب سہی اس کو کیا کروں
جی ڈر رہا ہے یہ بھی فریب نظر نہ ہو

شعلوں کی ہر لپیٹ رگِ جاں سے گزر گئی
اے برق دیکھنا وہ کہیں میرا گھر نہ ہو

اب ہو چلے ہیں کچھ جگر و دل ستم پسند
اب سعیٔ التفات برنگ دگر نہ ہو

اک جانِ آرزو ہے نگاہوں کے سامنے
یہ عرصۂ حیات کہیں مختصر نہ ہو

طے کر رہا ہوں راہِ صنم خانہ سر کے بل
یہ سوچتا ہوں یہ بھی تری رہ گذر نہ ہو

وہ دل نہیں جو درد محبت سے دور ہے
سر بار دوش ہے جو ترا سنگ در نہ ہو

بیکل نگاہِ عشق میں وہ شب ہے معتبر
دامن پہ جس کے داغ طلوع سحر نہ ہو

از جنابہ قیصری ریحانہ بھوپال

ظاہر ہوئے تو نور مبیں ہو کے چھا گئے
چھپنا ہوا تو درد بنے دل میں آ گئے

آنکھوں میں اشک، لب پہ تبسم، زباں خموش
بلبل کو گل سے طرزِ محبت سکھا گئے

ان آنسوؤں کو کیا کہوں چاہا نہ تھا مگر
آنکھوں کو مرے درد کا قصہ سُنا گئے

منظور مجھ سے خواب میں جب دل لگی ہوئی
وہ صورتِ رقیب کے پردے میں آ گئے

تجھ کو بتاؤں کیا مجھے خود بھی خبر نہیں
ہمدم وہ کس طرح مرے دل میں سما گئے

وہ دے رہے تھے جام تو غیروں ہی کو مگر
کیا جائے کس طرح مجھے بیخود بنا گئے

میں روتے روتے چپ ہی ہوا تھا کہ چارہ گر
اپنی تسلیوں سے مجھے پھر رُلا گئے

شرما کے چھپ گئے ہیں وہ ریحانہ آج کیوں
کیا رازِ عشق وہ مری آنکھوں میں پا گئے

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صرف اتنا مسلم ہے کہ آپ عجمی النسل تھے اور آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

وہ لوگ جن پر اب حدیث کا مدار ہے مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی خطیب بغدادی، علامہ نووی شارح مسلم شریف، زین الدین عراقی، امام سخاوی وغیرہم نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کی ملاقات سیدنا انس بن مالک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

جو چیز سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قوت ایجاد، جودت طبع وسعت معلومات غرضکہ ان کے تمام کمالات علمی کا آئینہ دار ہے، وہ علم فقہ ہے جس کی ترتیب و تدوین میں آپ کو وہ پایہ حاصل تھا جو ارسطو کو منطق، اقلیدس اور ہندسہ میں نہ تھا۔

مثال کے طور پر انھوں نے اپنے مسلک کا مدار سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر رکھا۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اخیر عمر کو پہنچ چکے تھے، اور آپ کو جماعت کی صف اول میں جگہ ملتی تھی اس لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود کو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات و سکنات سے واقف ہونے کے جو مواقع انھیں مل سکے دوسرے صحابہ کو وہ موقع نہ مل سکا۔

آپ کے تفقہ فی الدین کا یہ عالم تھا کہ آپ مشکل سے مشکل مسائل کو ایسے عام فہم طریقے سے سمجھا دیتے کہ مخاطب کے ذہن نشین ہو جاتا، اور وہ بحث نہایت جلد اور آسانی سے حل ہو جاتی۔

مثلاً قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے بحث کرنے کے لئے ایک دن بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے فرمایا کہ اتنے آدمیوں سے میں تنہا کیونکر بحث کر سکتا ہوں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس مجمع میں سے کسی ایک کو انتخاب کر لیا جائے جو سب کی طرف سے وکیل ہو۔ اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے، ان لوگوں نے منظور کر لیا، آپ نے برجستہ فرمایا کہ جب آپ نے یہ تسلیم کر لیا تو بحث بھی ختم ہو گئی، چونکہ جس طرح آپ نے ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا اسی طرح امام نماز میں بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا وکیل ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت امام نے ایک شرعی مسئلہ کو صرف عقلی طور پر حل فرما دیا بلکہ درحقیقت اس حدیث کی تشریح کی جو سند صحیح سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ من صلی خلف الامام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ؛ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

اصابت فکر و رائے اور جودت طبع آپ کے مشہور اوصاف ہیں جن کو موافق و مخالف سب نے تسلیم کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے تو ساتھ ہی یہ وصف بھی ضرور بیان کیا جاتا ہے کہ "کان من اذکیاء بنی آدم" یعنی اولاد بنی آدم میں جو نہایت ذکی گزرے ہیں، امام ابو حنیفہ ان میں شمار کئے جاتے ہیں، اکثر موقعوں پر ان کے ہمعصر جو معلومات کے لحاظ سے ان کے مقابلے کے ہوتے تھے ان کی موجودگی میں نفس مسئلہ کی وضاحت امام صاحب ہی کے حصہ میں آتی تھی۔

ایک دن حسنِ اتفاق سے امام سفیان ثوری قاضی ابن ابی لیلی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ایک مجلس میں جمع تھے۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ چند آدمی ایک جگہ جمع تھے، ناگاہ ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا، اس نے گھبرا کر پھینک دیا، وہ دوسرے آدمی پر جا گرا، اس نے بھی اضطراب میں ایسا ہی کیا، یوں ہی ایک دوسرے پر پھینکتے رہے، یہاں تک کہ اخیر شخص کو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا۔ دیت کس پر لازم ہے؟ یہ فقہ کا ایک دقیق مسئلہ تھا سب کو تامل ہوا۔ کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی، کسی نے کہا صرف پہلا شخص ذمہ دار ہوگا۔ الغرض سب مختلف الرائے تھے اور بحث و مباحثہ کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے اور تبسم فرما رہے تھے، آخر سب نے آپ کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ بھی اپنا خیال ظاہر فرمائیں، ارشاد فرمایا، جب پہلے شخص نے دوسرے پر پھینکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح دوسرا تیسرا بھی، اگر بحث ہے تو صرف اخیر شخص کی نسبت ہے اسکی دو حالتیں ہیں، اگر اس کے پھینکنے کے ساتھ ہی سانپ نے مردہ شخص کو کاٹا تو دیت اس پر لازم ہوگی اور اگر پھینکنے سے کچھ وقفہ بعد کاٹا تو اخیر شخص بھی بری الذمہ ہو گیا۔ اگر سانپ نے اس کو کاٹا تو اس کی خود غفلت ہے، اس نے اپنی حفاظت میں جلدی کیوں نہیں کی۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور امام صاحب کی جودت طبع اور تفقہ فی الدین کی تعریف کی۔

محمد بن عبدالرحمٰن جو زیادہ تر ابن ابی لیلی کے لقب سے مشہور ہیں، بڑے مشہور فقیہ اور صاحب الرائے تھے۔ ۳۳ برس کوفہ میں منصب قضاء پر مامور رہے، امام ابو حنیفہ اور ان میں قدرے شکر رنجی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلوں میں وہ غلطی کرتے تھے تو امام صاحب اس کی اصلاح فرما دیتے تھے اور قاضی صاحب کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اظہار حق پر مجبور تھے۔

ایک دن قاضی ابن ابی مجلس قضا سے اٹھے، راہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ کسی سے جھگڑا کر رہی ہے۔ کھڑے ہو گئے۔ اثنائے گفتگو میں عورت نے اس شخص کو ابن الزانیتین کہا یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے ۔۔۔ قاضی صاحب نے عورت کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور مجلس قضا میں واپس آئے اور فیصلہ دیا کہ عورت کو کھڑا کر کے درّے لگائے جائیں اور دو حدیں ماریں۔

جب اس واقعہ کی اطلاع امام ابو حنیفہ کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب نے اس فیصلہ میں چند غلطیاں کیں۔ مجلس قضاء سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ اجلاس کیا۔ یہ آئین عدالت کے خلاف ہے۔

مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیے قاضی صاحب نے اس کے خلاف کیا۔ ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم ہوتی ہے اور اگر دو حدیں بھی لازم ہوں تو ایک ساتھ دونوں کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہیے کہ زخم بالکل بھر جائے پھر دوسری حد کی تعمیل ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ جس کو گالی دی گئی، اس نے جب دعویٰ نہیں کیا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا کیا حق حاصل تھا۔

قاضی ابن ابی لیلی نہایت برہم ہوئے اور گورنر کوفہ سے شکایت کی کہ امام ابو حنیفہ نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے، گورنر نے فرمان جاری کر دیا کہ ابو حنیفہ فتویٰ نہ دینے پائیں۔

سیدنا امام ابو حنیفہ اگرچہ حق کے خلاف کسی حاکم یا امیر کی پروا نہ کرتے تھے۔ چونکہ فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور کوفہ میں اور علماء موجود تھے اس لئے آپ نے تعمیل حکم کی۔ چند دن کے بعد گورنر کوفہ کو فقہی مسائل میں مشکلات در پیش آئیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا پڑا جس کی وجہ سے امام اعظم کو پھر فتویٰ دینے کی عام اجازت مل گئی۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق ہے۔ تھوڑی دیر بعد کہا کہ اگر آج کوئی نماز قضا ہو تو میری زوجہ مطلقہ ہے پھر کہا کہ اگر آج میں اپنی بیوی کے

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

جب شمع بجھنے لگی!

از مولانا ابوالفرح حسن صاحب رہتی چترہ

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دنیائے شاعری کے مہر تاباں میر ببر علی انیسؔ کی کرنوں نے نہ صرف فیض آباد اور لکھنؤ کی علمی اور ادبی تاریخ کو ایک اہم مقام عطا کیا ہے بلکہ اپنی فصاحتوں، بلاغتوں، نادر تشبیہوں، استعاروں، بلند پروازیوں اور نازک خیالوں کے وہ وہ گوہر آبدار بکھیر کر رکھدیئے ہیں کہ دوسروں کے لئے ان کے مقابل میں لانا تو دور کی بات ہے، ان کی چمک دمک سے آنکھیں ملانا بھی ناممکن ہے۔

انیسؔ بچپن سے عروس شاعری کے سنوارنے میں لگے رہے، یہاں تک کہ جب سن شعور کو پہنچے تو زاد آخرت جمع کرنے کا شوق پیدا ہو گیا اور فن شاعری کے صرف ایک شعبہ (مرثیہ) کو نقطۂ عروج پر پہنچانے کے عزم بالجزم کو اپنا مقصد حیات قرار دے دیا اور اسے اس طور سے عملی جامہ پہنایا کہ آج نقادان فن کو یہ کہنا پڑا کہ قدرت نے میر انیسؔ کو مرثیہ لکھنے کے لئے پیدا کیا تھا یا فن شاعری کا شعبۂ مرثیہ میر انیسؔ کے لئے تھا۔

یہی میر انیسؔ جب چند لمحوں کے مہمان تھے، مرزا سلامت علی دبیرؔ لکھنوی ان کی عیادت کو گئے، پوچھا "کہئے میاں انیس! طبیعت بخیر ہے" ——— اس پیکر شاعری نے دبیرؔ کے جملہ کو مصرعہ اولیٰ قرار دیتے ہوئے اپنا شعر اس طرح مرتب کیا ؎

کہئے میاں انیس! طبیعت بخیر ہے
پیالہ تو بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے

اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

---

۲۱ اپریل سنہ ۱۹۳۸ء کی صبح کا وقت ہے، موذن صبح کی اذان سے فارغ ہو چکے ہیں، پرندوں نے چہچہانا بند کر دیا ہے کہ ان کی چہچہاہٹ سے فریضۂ صبح کی ادائیگی میں بندگان خدا کو خلل نہ پہنچے مگر چمنستان شاعری کا چہچہاتا ہوا بلبل، جس نے اپنی خوش الحانیوں سے اس چمن سرا کو سالہا سال کیف و سرور کی مستی میں ڈوبائے رکھا تھا، جس کے نغموں میں انسانی عظمت برقرار رکھنے، انسانیت کا وقار بلند کرنے، خودی اور بے خودی کے امتزاج کا نمونہ ہونے، جدوجہد کا پیکر رہنے اور عالمگیر اخوت کا حسین شاہکار بنے رہنے کی لے سنائی دیتی تھی، اس وقت دنیائے آب و گل کے ہرے بھرے چمن کو چھوڑ کر ؎

نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اپنی مخصوص اور دل نشیں صدا میں سنایا اور پانچ منٹوں کے بعد عالم بالا کی طرف پرواز کر گیا ——— اور تب لوگوں نے جانا کہ "حکیم امت"، شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؔ کے جسم کے ساتھ عناصر کی قید نہ رہی!

اپنے لڑکپن میں حصول تعلیم کی غرض سے صوبہ بہار کے چھوٹے اور خوبصورت سے شہر "آرہ" میں اپنے منجھلے ماموں جان حضرت مولانا سید نیاز احمد اتسلؔ فردوسی رہتی مدظلہٗ کے ساتھ رہتا تھا، ایک دن سہسرام سے ایک بزرگ تشریف لائے لانبا قد، کتابی چہرہ، کشادہ پیشانی، موتیوں کے سے دانت،

گول داڑھی، سر پر زلف، علی گڈھ پائجامہ، کرتہ، کاندھوں پر پیلے رنگ کا لمبا سا رومال اور سر پر دو پلی ٹوپی، جس کے دونوں سرے کانوں کی طرف جھکے ہوئے —— دوران گفتگو مسکراہٹ چہرے پر بکھری پڑی!

تھوڑی ہی دیر میں ایسے گھل مل کر باتیں کرنے لگے جیسے یں ان کے اپنے اور خاص عزیزوں میں سے ہوں مگر مجھے یہ فکر کہ یہ ہیں کون؟ —— آخر موقع پا کر اپنے بڑے ماموں جان مولوی سید آل نبی صاحب مینجر مولاباغ اسٹیٹ آرہ سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ ہی ہیں حضرت مولانا محمود الحسن خاں صاحب محمود سہسرامی!

دن بیتتے گئے اور جستہ جستہ ان کے حالات سے واقفیت ہوتی گئی تو معلوم یہ ہوا کہ یہ بہت بڑے اور فی البدیہہ شاعر تو ہیں ہی بزرگ بھی ہیں جو کیف و مستی میں ڈوبے رہتے ہیں اور واقعی محمود ہیں!

ایک دن ایک شخص نے عند التذکرہ کہا کہ مولانا محمود خاں صاحب نے ایک دن فرمایا کہ "اگر مولوی نیاز (یعنی میرے اموں جان) اپنا یہ شعر ؎

یوں نہ آوارہ چمن زار کی نکہت ہوگی
تنگیٔ دامن گل وجہ شکایت ہوگی

مجھے دے دیں تو انھیں اپنا سارا دیوان دینے کو تیار ہوں۔"

اس کے بعد وہ اپنے مخصوص انداز میں جھوم جھوم کر گاتے رہے!

اور یہی مولانا محمود جب بستر مرگ پر تھے تو ایک دن ان کے پاس ان کے اہل و عیال کے ساتھ خویش و اقارب کا مجمع لگا ہوا تھا آپ نے اپنے صاحب زادے (جن کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا ہے) سے اشاروں اشاروں میں کاغذ اور قلم پیش کرنے کے لئے کہا۔ بیٹے نے حکم کی تعمیل کی اور آپ نے خود سے لکھا ؎

دم اخیر ہے ہونے دو یکسوئی مجھ کو
ہٹا دو سب کو، پریشاں خیال ہوتا ہے

اور پھر یہ مولانا محمود صاحب مقام محمود کے پاس جانے

آجکل کے دوست

محمّد حنیف بمبئی

دو دوست ہم سفر تھے، منزل پر پہونچ کر پہلے نے پیسے نکالے اور دوسرے سے کہا:-

پہلا - یہ پیسے لو اور جا کر گوشت خرید لاؤ۔

دوسرا - ذرا تمھیں کھڑے ہو جاؤ۔ خدا کی قسم میں بہت تھک گیا۔ بڑھ کر خرید لو۔

پہلا - (گوشت لا کر) اچھا اب اٹھو اور اسے پکانے میں تو شریک ہو جاؤ۔

دوسرا - مہربان! مجھے تو اچھا گوشت پکانا نہیں آتا۔

پہلا - (گوشت پکا کر) اچھا لو اس میں روٹی توڑ ڈالو۔

دوسرا - واللہ! میں بہت تھکا ہوں۔

پہلا - (روٹی شوربے میں توڑ کر) اچھا اب اٹھو اور روٹی کو اچھی طرح شوربے میں ملا دو

دوسرا - مجھے ڈر ہے کہ شوربے میرے کپڑے پر الٹ جائے گا۔

پہلا - (روٹی شوربے کو اچھی طرح ملا کر) اٹھو، کھا تو لو۔

دوسرا (کھانے کے لئے اٹھتے ہوئے) بہتر ہے کب تک آپ کی مخالفت کروں۔ واللہ دو دوستوں میں مخالفت نہ ہونی چاہئے۔

بقیہ خدا پرست صفحہ ۲ اسے آگے

نے اسے عطا فرمائی تھی۔ اب کیا تھا مشکلات کا دور ختم ہو گیا زندگی عیش و آرام سے گذرنے لگی اور وہ شخص زندگی کی آخری گھڑیوں تک مالک دو جہاں کی عبادت کرتا رہا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاتا رہا۔

جو ملنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

نحمدہٗ و نصلی علٰی حبیبہ الکریم

افعال و کردار ہی کی بلندی سے انسان کی بڑائی ہے اچھے کردار سے انسان سرخرو اور بدکرداری سے آدمی ذلیل و رسوا ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے ہر موقع پر اچھے کردار کی تعلیم دی اور بدکرداری سے بچایا، حد ہے کہ راستے پر بیٹھنے سے بھی روک دیا اور منع کر دیا کہ نظر خطا کرے گی دل میں بدی آئے گی نتیجہ بدکرداری ہوگا جس کو ذلت و رسوائی لازم ہے اس لئے سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کی جڑ ہی کاٹ دی جس کے برگ و ثمر سے عزت انسانی کو خطرہ تھا۔

حدیث

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا مالنا بہ انما ھو مجالسنا نتحدث فیہ قال فاذا ابیتم الا المجالس فاعطوا الطریق حقہا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ (بخاری)

ترجمہ

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں پر نہ بیٹھو لوگوں نے عرض کیا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں وہی ہماری مجلسیں ہیں وہیں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں، فرمایا جب تم نہیں مانتے راستوں پر بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو، عرض کیا راستہ کا حق کیا ہے فرمایا نظر نیچی رکھنا راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنا سلام کا جواب دینا نیکی کا حکم کرنا برائی سے روکنا۔

مسلمانو! غور کرو کس قدر بلند کردار کی تعلیم ہے کہ پہلے تو اس جگہ بیٹھنے ہی سے روکا مگر جب نہ مانے تو ایسا پابند کر دیا کہ کسی طرح بھی پائے استقامت کو لغزش نہ ہو۔ انسان راستہ پر بیٹھا ہوا بھی اپنے اُسی بلند مقام پر فائز رہے، اس کا منارۂ وقار اس پستی میں بھی اسی بلندی پر رہے اسی لئے فرمایا دیکھو نظر اٹھنے نہ پائے کیونکہ نظر ہی ایک زہریلا تیر ہے جس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور انسان متاثر ہو کر بدکرداری میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کو ذلت و رسوائی لازم ہے۔ جب نظر ہی نہ اٹھے گی تو دل میں بدی کا خیال ہی نہ آئے گا پھر برائی کیونکر ہوگی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے بدکرداری کا دروازہ بند کر دیا۔ راستہ میں ایسی کوئی تکلیف دہ چیز جیسے کانٹا پتھر وغیرہ پڑا ہو جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو تو انسانی ہمدردی کے ماتحت اس کا دور کرنا ضروری ہے تاکہ گزرنے والے تکلیف سے بچیں، اگر ایسی چیزوں کو راستہ سے ہٹا دیا تو چلنے والوں پر اس کردار کا اثر پڑے گا تو ان کے دلوں میں ایسے شخص کی محبت اور عزت ہوگی اور اگر راستہ سے ایسی چیز کو دور نہیں کیا تو راستہ چلنے والے ان چیزوں سے اذیت پا کر ان بیٹھنے والوں سے نفرت کریں گے یہ کہیں گے کہ یہ لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس خطرے کی چیز کو دور کر کے راہ گیروں کو تکلیف سے بچا لیتے اسی لئے حکم دیا کف الاذی یعنی راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرو۔

سلام کا طریقہ یہی ہے کہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ لہٰذا اسلامی طریقہ کے مطابق جب گزرنے والے کو سلام

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

اسلام کی تائید اور حمایت کا موقعہ نہ مل سکا۔ دوسری طرف قبیلوں میں اس کی عزت وعظمت زائل ہو چکی تھی۔ اور کوئی اُسے اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو چکی تھی جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اسلام کی حمایت کرنے والوں پر اگر جبر وتشدد ہو تو اس کی حمایت کی جائے۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک دولت مند تاجر تھے جن کا نام رافع بن مالک تھا۔ ان کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام نفیسہ تھا۔ عاصمہ کی کی مظلومیت اور گرفتاری کا حال جب مدینہ طیبہ میں مشہور ہوا۔ تو نفیسہ نے اس کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ اور غور وفکر کے بعد یہ قرار پایا۔ کہ نفیسہ مردانہ بھیس بدل کر مکہ معظمہ جائے گی اور جس طرح ممکن ہو عاصمہ کو رنج ومصیبت کی زندگی سے نجات دلا کر مدینہ لائے گی۔ حضرت نفیسہ ایک شامی تاجر کے لباس میں مکہ معظمہ پہنچیں۔ انھوں نے ایک شاندار اور خوبصورت مکان کرایہ پر لیا۔ اور اس میں سکونت اختیار کی۔ مکہ میں اُنھوں نے اپنا نام عامر بن سہیل مشہور کیا۔ وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ تاجروں سے بات چیت کرتی اور مال خریدتی تھیں۔ اس سلسلہ میں ایک دفعہ حارث بن قیس سے بھی ملاقات ہوئی۔ حارث ایک مشہور تاجر تھا اور شاہوں سے تعلقات رکھنا پسند کرتا تھا۔ ایک دن برسبیل تذکرہ عامر بن سہیل نے حارث سے کہا۔ کہ میں ایک غم نصیب تاجر ہوں۔ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے اور اب میرا کوئی ہمدرد وغمگسار نہیں ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ اپنے اثر واقتدار سے کام لے کر کسی باعظمت خاتون سے میری شادی کرادیں۔ تو میں آپ کا ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ حارث نے خیال کیا۔ کہ عاصمہ کے گھر سے نکل جانے کے باعث اس کی شہرت کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ شامی تاجر کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے۔ اس ندامت آفریں احساس کے ساتھ اس نے کہا۔ مجھے آپ سے انتہائی ہمدردی ہے۔ اور میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ کہ میری ایک نوجوان دختر ہے۔ جس کا نام عاصمہ ہے۔ وہ نہایت حسین اور تیز طبیعت بھی ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں اس کے ساتھ آپ کی شادی کر سکتا ہوں۔ عامر بن سہیل نے محبت آمیز انداز میں اس رشتے کو منظور کیا۔ اور اسی دن شام کو عامر اور عاصمہ کی شادی ہو گئی۔ اس تقریب کے انجام پانے کے بعد عامر بن سہیل مع اپنی بیوی عروس نو بہار کے مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد بھی حضرت نفیسہ نے اپنے راز کو ظاہر نہیں کیا اور نہایت اطمینان کے ساتھ عامر بن سہیل بنی رہیں۔ تقریباً گیارہ دن کے بعد حضرت عاصمہ نے اپنے دلنواز شوہر سے کہا۔ پیارے کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ عامر! نہیں — یہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ عاصمہ:۔ یہ میں نے اس لئے کہا۔ کہ اگرچہ آپ میری ہر طرح سے دلسوزی کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں عامر:۔ نہیں عاصمہ! یہ آپ کا خیال غلط ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ مجھے تم سے بے انتہا محبت ہے۔ اور میں تمہارے ہر انداز کو پسند کرتا ہوں۔ عاصمہ:۔ محبوبانہ انداز میں۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر آپ مجھے اپنی بیوی کیوں نہیں سمجھتے۔ عامر نے مسکرا کر عاصمہ کو اپنی گود میں لے لیا اور اس کے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر رکھ کر کہا:۔ پیاری مجھے معاف کر دو! میں تمہارا شوہر نہیں بن سکتا۔ آج میں تمہیں اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔ کہ میں بھی تمہاری طرح نوجوان دوشیزہ ہوں۔ اور میرا نام نفیسہ ہے۔ مردانہ حیثیت میں نے اس لئے اختیار کی تھی۔ کہ میں تمہیں ظالموں کے اقتدار سے نکال کر لے آؤں اور تمہاری آرزوؤں کے گلشن سرسبز وشاداب دیکھوں۔ پیاری آج سے تم میری بیوی نہیں بلکہ بہن ہو۔ اور میں تمہاری ہر خدمت کے لئے آمادہ ہوں۔ اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد حضرت عاصمہ اور نفیسہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اپنے تمام واقعات بیان کئے۔ حضور نے اس واقعہ کو سُن کر حیرت کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت عاصمہ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تعلیم کے لئے مقرر کیا حضرت عاصمہ کی زندگی میں وہ لمحے نہایت روح پرور اور نسیم آفریں ہوتے تھے۔ جب حضور انور ان سے یہ استفسار فرمایا کرتے تھے۔ کہ عاصمہ! تمہارے شوہر عامر بن سہیل تو اچھی طرح ہیں۔

معاجیم المنوحات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت عاصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی زندگی کو دیہات میں اسلامی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف

(بقیہ صفحہ ۳۷ پر)

مولانا، حافظ افتخار احمد بھاگلپوری

اقتصادی اصلاح

اس وقت دنیا میں جتنے مذاہب ہیں دولت اور دولتمندی کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ مال کی اہمیت اور سود مندی کا معترف ایک عالم ہے اور کوئی ہوشمند اس سے انکار نہیں کرسکتا کسی کو بھی اس سے مفر نہیں بدھ مت کی یہ حالت ہے کہ وہ پیشوایان مذہب تک کو سائل اور گدا گر بننے پر مجبور کرتا ہے اور جب تک بھیک کی ٹھیکرا ہاتھ میں نہ لیا جائے اسوقت تک نہ روحانی عظمت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ نجات کا امکان ہے۔ "عیسائیت کا حکم ہے کہ اہل دولت آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتے" یہودیت نے دولت کی قدردانی تو ضرور کی مگر ان کی دولت کے ثمرات سے صرف فقرائے بنی اسرائیل ہی تک محدود ہیں دوسرے اس کے ساتھ ہی ساتھ ترک اسباب ترک علائق اور ترک دنیا کی تعلیم بھی موجود ہے۔ "ہندویت میں ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں سنیاس ضرور دھارن کرے اور سات آٹھ گھر مانگ کر کھائے۔ اس میں دولت و دنیاداری سے سنیاس کو اور ترک علائق کو بہتر بنایا گیا ہے۔ مگر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی معاش زراعت حرفت اور تجارت افضل العبادات اور افضل الجہاد فرما کر ایک خطِ امتیاز کھینچ دیا اور قرآن کریم میں اس کا حکم اس انداز و لہجہ میں دیا گیا جس انداز میں نماز روزہ کا۔

محنت معاش عبادت ہے

مگر تعلیمات خدا و رسول سے بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ عہد جاہلیت کی روح ہم میں پوری طرح پیدا ہو چکی ہے جس طرح اس زمانہ میں ہر مذہب نے ترک علائق ترک دنیا اور رہبانیت کو دنیاداری سے افضل اور مقدس سمجھ لیا تھا اسی طرح آج بھی وہی مسلمان مقدس سمجھے جاتے ہیں جو دنیا سے بیزار ہوکر یا تو گوشہ نشیں ہوچکے ہیں یا دنیا سے بہت کم تعلق رکھ کر بہت وقت محض عبادت و ریاضت میں صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ سعی معاش "افضل العبادات ہے" حضرت فاروق اعظم جو کہ رازدار اسرار شریعت ہیں مصروفیات معاش کی مذہبی اہمیت کا احساس رکھتے ہوئے اُنھوں نے صاف فرمایا کہ "میں تو چاہتا ہوں کہ میری موت بازار میں آئے اس وقت جب کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے خرید و فروخت میں مصروف ہوں دوسری طرف جو لوگ مسجد نبوی میں ترک علائق کرکے معتکف ہوگئے تھے انھیں درے لگوا کر اور یہ کہہ کر باہر نکلوا دیا تھا کہ تمہارے لئے آسمان سے سونا نہیں برسے گا جاؤ خود کماؤ اور دوسروں کی دستگیری کرو۔

دنیا دار العمل ہے اور دار الاسباب ہے یہاں سرفرازی و سربلندی اسی کے لئے ہے جو محنت و سعی کرے رزق تلاش کرے اور اپنا بار دوسروں پر نہ ڈالے۔ ایک شخص محنت کررہا تھا صحابہ کرام بولے کیا اچھا ہوتا کہ اس کی محنت راہ خدا میں صرف ہوتی کیونکہ ان میں قدوسیت پیدا ہوچلی تھی دنیا کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی تھی یہ سن کر رسول کریم نے فرمایا کہ:—

"کیا کہتے ہو اگر یہ شخص اپنے ماں باپ کو کھلانے یا بال بچوں کا پیٹ بھرنے یا اپنی عزت و آبرو قائم رکھنے کے لئے یہ محنت کررہا ہے تو اس کی یہ تمام محنت راہ خدا ہی میں سمجھی جائے گی اور اگر یہ نمود و ریا اور فخر و غرور کے لئے مصروف محنت ہے تو ضرور اس کی محنت شیطانی راہ ہے۔

اسی طرح ایک صحابی دربار رسالت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضور فلاں صاحب بڑے بزرگ ہیں دن بھر روزے سے رہتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں۔ پوچھا وہ کھاتا کہاں سے ہے عرض کی اس کا بھائی کھلاتا ہے ارشاد ہوا تو اس کا بھائی جو محنت سے کما کر خود بھی کھاتا ہے اور اسے بھی کھلاتا ہے اس سے افضل ہے۔

اس طرح رسول کریم نے فرزندان توحید کو سعی و محنت پر آمادہ کیا اور دنیا میں ترک اسباب اور ترک دنیا کا جو سیلاب امنڈ رہا تھا اسے روکا اُسے جو مذہبی اہمیت حاصل ہوگئی تھی اور

راہبوں اور دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں مصروف عبادت ہونے والوں کو تقدس کا جو درجہ دیدیا گیا تھا اس پر سخت ضرب لگائی دولت و دنیاداری کی جو مذمت ہوتی تھی اس کی تردید کی تجارت سب سے زیادہ نفع خیز ذریعہ معاش ہے اسی لئے معاشیات میں اسے سب سے بڑا رتبہ دیا اور فرمایا جو دن بھر کی محنت سے تھک کر سویا خدا کی راہ میں سویا۔ سورہ لایلاف میں تجارت کو اللہ تعالیٰ قریش پر اپنے احسان کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ جو تاجر صحابہ عکاظ اور دیگر منڈیوں میں مال تجارت لے کر جانے اور کفار سے خرید و فروخت کرنے کو گناہ سمجھنے لگے تھے ان کو حکم دیا گیا کہ یہ گناہ نہیں ہے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم

مال و دولت کی تعریف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حفظ آبرو سے مال جمع کرنا ہی ثواب ہے اور دیانت دار تاجر قیامت کے روز صدیقوں کے ساتھ اس شان کے ساتھ اُٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا۔ ہم اس سے پہلے واضح کر چکے ہیں زوجین کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے "لباس" کی تشبیہ سے کتنے حقائق کو بے نقاب کیا ہے اسی طرح دولت کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے قیام کا لفظ استعمال کر کے اس کی سود مندیوں کی انتہا نظروں کے سامنے پیش کی ظاہر ہے کہ انسان پاؤں ہی پر کھڑا ہوتا ہے پاؤں نہیں تو انسان ایک مجبور محض اور محتاج ہستی ہے نہ وہ جہاد و حج کے ثواب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ وہ محنت و مشقت سے جہاں چاہے وہاں جا کر روپیہ پیدا کر سکتا ہے اور زکوٰۃ و خیرات کا ثواب حاصل کر سکتا ہے وہ ہر امر میں دوسروں کا محتاج ہے اور پاؤں ہیں تو وہ نہ اپنی ہی امداد کر سکتا ہے بلکہ دوسروں کی بھی بارگیری کا ثواب حاصل کر سکتا ہے وہ آزاد ہے ہر قسم کی ترقی کر سکتا ہے ہر جگہ آجا سکتا ہے ہر نوع کے لطف اُٹھا سکتا ہے۔

یہ قرآنی بلاغت ہے اللہ تعالیٰ نے دولت کو "پاؤں" سے تشبیہ دیکر کتنے وسیع مطالب نگاہوں کے سامنے پیش کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ دیکھو اپنا روپیہ ضائع نہ کرو۔ بے وقوفوں کو نہ دو فضول نہ اڑاؤ یہ تو حیات دنیوی میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو تمہارے جسم میں تمہارے پاؤں کو حاصل ہے کہیں پاؤں سے تشبیہ ہے اور کہیں اسے "فضل" بتایا جاتا ہے اور کہیں زینت اور کہیں فتنہ۔ غور کیجیئے بے زر بے پر ہے یا نہیں قرآن کریم میں اسے ۲۸ جگہ فضل۔ ۲۱ جگہ خیر اور ۱۲ جگہ رحمۃ و حسنہ بتایا گیا ہے۔ ستون معاشرت زینت حیوٰۃ روپیہ ہی ہے اور آج ہر شخص اپنی عقل سے اس کی شہادت دے سکتا ہے کہ دولت کی وہی اہمیت ہے جو اسلام نے قائم کی ہے یا وہ صورت ہے جو دیگر مذاہب بتا رہے ہیں اور کیا واقعی دولت مند آسمان کی بادشاہیت میں داخل نہیں ہو سکتے اور خدا بھیک کے ٹھیکرے کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا حالانکہ وہ دولتمند ہی تو ہیں جن سے صد ہزار کار ہائے خیر ظہور میں آتے ہیں اور دنیا کو نفع پہونچاتے رہتے ہیں۔

کسب حلال کا اجر و ثواب

لیکن یہ نکتہ واضح رہے کہ اسلام میں وہی دولت محمود ہے جو جائز و حلال ذرائع سے پیدا کی جائے باقی رشوت غصب بددیانتی سود اور فریب سے پیدا کردہ دولت لعنت ہے رسول کریم نے "معاش، مال" کے متعلق جو کچھ فرمایا اس میں حلال کا لفظ ضرور ضم کیا ملاحظہ فرمایئے۔

العبادة سبعون جزاءً وافضلها طلب الحلال فریضة بعد الفریضة عبادت کے ستر حصے ہیں جس میں افضل ترین حصہ کسب حلال اور نیک و جائز کمائی ہے اس فریضہ الٰہی کے بعد جس کا تعلق رب قدیر سے ہے لیکن شرک و کفر سے اجتناب اور اقرار توحید و رسالت سب سے اہم فریضہ حلال روزی کا طلب کرنا ہے۔

طلب الحلال جهاد وافضل الاعمال الکسب الحلال حلال روزی پیدا کرنے کا ثواب جہاد کے ثواب کی برابر ہے اور تمام اعمال میں افضل عمل عمل حلال روزی کے لئے سعی و جہد کرنا ہے۔"

من طلب الدنیا حلالا تعفا عن المسئلة و سعیا عن عیاله و تعطفا عن جاره لقی الله و جهه کالقمر لیلة البدر جو شخص حلال اور جائز طریقہ سے پرہیزگاری کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی پرورش اور ہمسایوں کے ساتھ امداد و سلوک کی نیت سے حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

لاخیر من لا یحب جمع المال من حلال فکیف به وجهه یقضی به دینه ویصل به رحمه جو شخص وجہ حلال سے مال و دولت جمع کرنا پسند نہ کرے ایسا مال جس سے اپنی آبرو قائم رکھ سکے اپنا قرض ادا کر سکے رشتہ داروں کے حقوق ادا کر سکے ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں" ایک اور حدیث ہے کہ جو شخص حلال روزی کی سعی

وجہد میں تھک کر سو جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش رہے گا اور جو اس حالت میں مر جائے گا بخشا جائے گا۔ تجارت کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تنہا ایک تجارت میں ہے ــ"

التاجر الصدوق یحشر یوم القیٰمۃ مع الصدیقین و الشھداء دیانتدار اور سچا تاجر قیامت کے روز صدیقین اور شہدا کے زمرے میں اُٹھایا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظم فرمایا کرتے تھے کہ:۔ "تم میں سے کوئی طلب رزق سے یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہے اور یہ نہ کہے کہ اللہ مجھے رزق دے کیوں کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتا" حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایسے شخص کو دیکھنے سے ہی کراہت کرتا ہوں جو دنیا یا دین کے معاملہ میں فارغ ہو کر بیٹھ جائے اللہ تعالیٰ تو ملک و سلطنت اور حکمت و دانائی کو اپنے عطایا بتایا ہے فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتٰب والحکمۃ وآتیناھم ملکا عظیما نیک اور شریف بندوں سے ہی سلطنت و حکومت کے وعدے ہیں ان الارض یرثھا عبادی الصالحون، وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات یستخلفنھم فی الارض کما استخلفنھم الخ

دیکھا آپ نے سعی وجہد طلب حلال و کسب معاش ہی نہیں جمع مال کی کتنی اہمیت آپ نے واضح کی ہے یہ تعلیم دنیا کے اور کسی پیشوا کی تعلیم میں نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور طوبیٰ لھم وحسن مآب میں نعائم دینی و دنیوی کی بشارت کبریٰ دے رہا ہے۔

پر آسائش زندگی بسر کرنے کا حکم

لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کو متنبہ بھی کر دیا گیا ہے کہ دیکھو کہیں فراہمی دولت ہی میں مصروف ہو کر غافل نہ ہو جانا اور اسے ہی مقصود بالذات نہ بنا لینا یا ایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم الخ ایمان والو متنبہ رہو کہ کہیں تمہارے مال تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دیں کہ یہ جہاں تمہاری "تقویت و تقویم کا باعث" اور "زینتِ حیات" ہیں وہاں "فتنہ" بھی ہیں المال والبنون فتنۃ خوب سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں کو مادیات کی ضرورت صرف روحانیات میں ممد ہونے کے لئے ہے

مقصود حقیقی نہیں ایسی دنیا جو دین کے لئے اور شریعت کے ماتحت ہو عین دین ہے اور دنیا میں رہ کر ان چیزوں سے بطریق جائز فائدہ نہ اُٹھانا نادانی ہے۔ کفران نعمت ہے جس طرح مچھلی پانی سے الگ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح کوئی مسلمان دنیا سے جدا ہو کر دین کا مالک نہیں ہو سکتا الدنیا مزرعۃ الاخرۃ میں رسول کریم نے اس نکتہ کو واضح کر دیا ہے موجودہ سرمایہ داری جس سے اپنی ذات کے سوا اور کسی کو نفع نہیں اور دوسرے کے نقصان پر ذاتی فائدے کی بنا پر رکھی گئی ہے لعنت ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم جو لوگ سرمایہ داری میں بڑھ گئے ہیں اور سونا چاندی جمع ہی کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے غریبوں کی پرواہ نہیں رکھتے انھیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔ ان الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور بخلاف ان کے جو لوگ ایسا نہیں کرتے ایمان لے آئے ہیں نیک عمل کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اقربا، غربا اور مستحقین کی امداد کرتے رہتے ہیں انھیں آخرت میں بڑا اجر دیا جائے گا نہ انھیں وہاں کوئی خوف ہوگا نہ رنج ــ"

ضرورت اور حیثیت سے زیادہ اور بیجا خرچ کرنے نمود و نمائش پر اڑانے اور صرف جمع ہی کرتے رہنے کی جہاں شدید ممانعت ہے وہاں جائز طور پر خرچ کا حکم بھی ہے۔ کلوا من طیبات ما رزقناکم و عملوا صالحا کلوا واشربوا ولا تسرفوا ہم نے تمہارے لئے جو نعمتیں پیدا کی ہیں انھیں کھاؤ پیو اور نیک اور اچھے کام کرتے رہو۔ اور کھاؤ پیو عیش کرو مگر حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کرو۔

من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے جو نعمتیں اور تزئین و آرائش کی چیزیں پیدا کی ہیں انھیں حرام کس نے کیا ہے۔ رہبانیت اور ترک دنیا کی شاخ تو خود بندوں ہی کی پیدا کی ہوئی ہے ہم نے اسے جائز نہیں رکھا۔ اللہ کی نعمتوں سے لطف اُٹھاؤ۔

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم کسب معشیت اور تجارت کرنے میں خواہ وہ کافروں کے ساتھ ہی ہو کچھ حرج نہیں گناہ نہیں۔ ولا تنس نصیبک من الدنیا دنیا میں جو تمہارا حصہ رکھا گیا ہے اس کی طرف سے غافل نہ ہو۔

وجعلنا لکم فیہا معائش قلیلا ما تشکرون ہم نے تمہاری راحت و آرام کی تمام چیزیں زمین میں پیدا کر دی ہیں لیکن ہم لوگ ایسے ہیں جو ان کا کھوج لگاتے ان سے پورا فائدہ اٹھاتے اور ہمارا شکر ادا کرتے ہیں۔

اس تعلیم میں کتنا انضباط اور کتنی بہتر دانائی و دانشمندی بھری ہوئی ہے اور صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ایک ایک انتہائی مہربان و شفیق آقا اپنے غلاموں اور انتہا کرم فرما اور بندہ نواز شہنشاہ اپنے ملک والوں کو آئین حیات سکھا رہا ہے۔

خرچ و خیرات

خرچ کی تفاصیل ہیں کہ مسلمانوں کو کہاں کہاں اور کس ترتیب سے خرچ کرنا چاہیئے

وبذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم ایک اور آیت میں سائلین بھی حقدار قرار دیئے گئے ہیں اب دیکھئے کہ انسان کو سب سے زیادہ محبوب اپنے اعزا و اقربا ہی ہوتے ہیں انھیں سب سے زیادہ امداد ملتی ہے اور خاندانی بھرم بھی قائم رہتا ہے اس لئے زکوٰۃ و خیرات میں انھیں کو مقدم رکھا گیا اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ دو تو احسان نہ جتاؤ اور دل نہ دکھاؤ کہ اس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگے گی اور اس کے بعد قوم میں سب سے اہم تر یتامیٰ ہیں گویا اسلامی زکوٰۃ و خیرات میں دنیا بھر شریک ہے۔ پڑوسیوں غلاموں اور مسکینوں میں زیادہ سے زیادہ غیر مسلم آسکتے ہیں۔ اب ان خرچ کرنے والوں کو اس کا انعام کیا ملے گا سنیئے!

مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں دے کر احسان نہیں جتاتے اور نہ دل دکھاتے ہیں ان کے لئے خدا کے یہاں بڑا درجہ ہے انھیں وہاں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ رنج اس کے علاوہ دنیا میں برکت ہو گی پھر یہ بھی نہیں کہ

سب دو آدھا دو چہارم دو حیثیت کے مطابق کھا پیکر سال میں جو بچ رہے اس میں سے صرف ڈھائی فیصدی اللہ کی راہ میں دیدو اور باقی سب اپنے پاس رکھو اس کے بعد اختیار ہے کہ جو مناسب سمجھو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو ضروری نہیں اختیاری امر ہے بتایئے یہ کتنی بڑی نعمت ہے واقعی لعنت ہے تو بے زری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے "ذلت و مسکنت" کو خود ایک عذاب و سزا کے نام سے موسوم کیا ہے ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ خزی فی الحیوٰۃ الدنیا۔

یعنی جن لوگوں نے نافرمانی کی ان پر ذلت و غربت کی مار ڈالی گئی اور دنیا میں انھیں ذلیل و رسوا کر دیا گیا۔ بتایئے اتنی شاندار اقتصادی مالی تعلیم کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی تہذیب میں بھی مل سکتی ہے نہیں اور ہرگز نہیں اسی تعلیم کا تو کرشمہ تھا کہ نادار صحابہ بہت جلد کروڑ پتی بن گئے۔

از حضرت مُلا مسیح اللہ صاحب رجھتی مدظلہ

ارشادات

شروع کرتا ہوں میں آج بعد گزرنے بہت دنوں کے اپنے
ـشادات کو واسطے پاسبان کے جس نے پالی ہے نئی زندگی بہ سبب
ـندھنے کمر ہمت کے اس کے ادارہ کے ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے
ـو ہے بہت بزرگ و برتر اور جو ہے مہربان اور رحیم اوپر اپنے بندوں
کے ——

پس تحقیق کہ تھا بیٹھا ہوا میں اندر اپنے گھر کے نزدیک اپنی
ـی حجن صاحبہ کے اور تھا مشغول درمیان باتوں دنیاوی کے کہ آیا
ـیک نوجوان سامنے اس حقیر پر تقصیر اور سراپا روشن ضمیر کے،
ـو پہنے ہوئے تھا رنگین اور پھول دار کپڑے مانند کپڑے عورتوں
کے مگر تھے اس کے کپڑے اتنے چست کہ دکھائی دیتے تھے
ـس کے پٹھے گوشتوں کے اس کے بدن کے اور نہ تھی
داڑھی اس کے چہرے پر مطابق شریعت اسلامی کے اور کئے
ہوئے تھا وہ صفایا اپنی مونچھوں کا مگر رکھے ہوئے تھا بالوں
کو اپنے سر کے مانند بوڑھوں پرانے زمانے کے کہ رکھتے تھے وہ
زلف اور نکالا کرتے تھے مانگ درمیان بیچ اپنے سر کے نہیں تھی
شکل اس کے بالوں کی ویسی بلکہ تھے اس کے بال جانب میں پشت
کے مانند جوڑوں عورتوں کے۔

پس آیا وہ نوجوان ہنستا ہوا اور کیا سلام اس نے اس حقیر کو
ساتھ ادب کے مگر بولا وہ نہایت بد تہذیبی سے کہ "اچھا، ہیں حضور
ابھی تک بہ قید حیات، مانند ان علمائے دنیاوی کے جو کھایا کرتے ہیں
گوشت کسی خاص پرندے کا واسطے زیادتی عمر کے، جب کہ سمجھ رہا تھا
میں کہ ہو گیا ہوگا خاتمہ بخیر آپ کا اور ہو گئے ہوں گے آپ مہمان
اللہ تعالیٰ کے اور لیتے رہے ہوں گے آپ مزہ نعائم جنت کا بیچ
جنت کے اور رہتی ہوں گی حوریں خدمت میں آپ کی —— مگر تشریف
رکھے ہوئے ہیں آپ ابھی تک درمیان اس دنیائے ناپائیدار کے
اور ہیں بیٹھی ہوئی آپ کی بی حجن صاحبہ بھی واسطے آپ کی خدمت کے۔

چنانچہ ہو گیا مجھے غصہ شدید اور کہا میں نے اس سے کڑک کر
اور کر کے گلا صاف اپنا کہ میاں صاحبزادے! افسوس ہے مجھ کو
اوپر تمھاری حالت موجودہ کے کہ نہیں ہو سکی پیدا تم میں تہذیب
واسطے بولنے ساتھ بزرگوں کے اور نہیں ہو سکا تم کو سلیقہ بولنے کا۔
یہ کیسا کیا سوال احمقانہ تم نے مجھ سے جب کہ ہوں میں عمر میں برابر
تمھارے دادا مرحوم مغفور کے اور نہیں پہنچ سکا ہوں میں اپنی عمر طبعی
کو —— مگر بتاؤ تم سب سے پہلے کہ یہ کیسا پہن رکھا ہے لباس
تم نے اوپر اپنے بدن کے، جو نہیں زیب دیتا ہے تم لڑکوں کو جنھیں
بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے مرد —— رکھو تم یاد اس کو کہ پکڑے جاؤ گے
دن قیامت کے تم لوگ بہ وجہ پہننے ایسے لباسوں کے اور ہوگا عذاب
اوپر تم لوگوں کے اور ...." ابھی چاہ ہی رہا تھا میں بولنا
کچھ اور کہ ٹپک پڑیں اتنے میں ہماری بی حجن صاحبہ درمیان
میں اور کر دیا انھوں نے رفع دفع معاملہ کو اس طور سے کہ کہہ دیا
ہنس کر "جانے دیجئے حاجی صاحب! ہے یہ لڑکا ناسمجھ، نہیں
ہے عمر ابھی اس کی سمجھنے کی ان باتوں کے —— اور ہیں آپ
ایک بزرگ آدمی، مانند بزرگوں کے، تو معاف کر دیجئے اس کو
بھی مثل معاف کرنے بزرگوں زمانہ سابق کے —— اگرچہ ہے
ضرور قصور اس کا اس وقت کہ اس نے کہہ دی وہ بات بذریعہ
اپنی زبان کے جو نہیں کہی ہے ان کو جو پا لیتے ہیں طویل عمر طرف
اللہ تعالیٰ کے لیکن نہیں چاہیئے تھا کہنا آپ کو بھی کچھ اوپر

اسس لڑکے کے لباس کے جب کہ پہنا کرتی ہیں یہی لباس آجکل لڑکیاں ——— آہ آپ نہیں جانتے کہ پہنتی ہیں لڑکیاں آجکل کی لباس اتنا چست کہ نظر آتی ہے تراش ان کے بدن کی اور نہیں روکتے ہیں ان کے والدین ان کو بیچ س بات کے اور نہیں ڈراتے ہیں ان کو عذاب آخرت سے یہ کہ کاٹ دیا جائے گا ہاتھ دن قیامت کے ان عورتوں کا جو کھلا رکھتی ہیں اپنے ہاتھوں کو اوپر اپنی کلائیوں سے اور دکھلاتی ہیں اپنی زینتوں کو مردوں غیر کو۔ تو پھر کیا قصور ہے ان بیچارے لڑکوں کا؟ اور اگر بُرا مانیں آپ جناب حاجی صاحب! تو کہدے صاف صاف یہ لونڈی آپ کی کہ ہیں اس میں سراسر قصوروار آپ لوگ کہ نہیں بتاتے اور نہیں دکھاتے ہیں راہ سیدھی اور بیچ کی یعنی درمیانی عام لوگوں کو۔"

پس تحقیق کہ آگیا جلال مجھ کو اوپر تقریر یہ دل پذیر اپنی بی جمن صاحبہ کے مگر کیا برداشت میں اور کہا نہائت متانت سے کہ کیا آپ کر سکتی ہیں ثابت اپنے اس دعویٰ کو؟

پس رہے نام اللہ کا، جھٹ ہوگئی تیار وہ اللہ کی بندی اور اس نے شروع کردی زہر افشانی اس طرح پر کہ نہیں چلتے ہیں آپ لوگ اوپر راہ درمیانی کے اور سلواتے ہیں اپنا شلوار اور کرتہ کپڑوں میں لگ بھگ پندرہ گز کے، جس میں ہو جائے آجکل کفن دو آدمیوں کا پورا بیچ اس دنیائے ناپائدار کے بوقت جانے گھر اپنی آخرت کے ——— کیجئے آپ یقین اس بات کا اے میرے سرپرست تاحیات اپنی کے کہ جب شروع کردیں گے لگانا آپ لوگ کپڑوں میں واجب کپڑے تو سیکھ جائیں گے وہ اوپر غلط راستہ کے بوجہ دیکھ لینے نمونوں کے اپنی آنکھوں سے اور کردیں گے شروع وہ لوگ بھی تقلید آپ جیسے بزرگوں کی اور نہیں رہیں گے وہ **غیر مقلد!**"

پس تحقیق کہ ہوگیا میں خاموش اور نہیں چل سکا جواب کچھ بھی طرف سے میری اور ہوگیا نادم دل ہی دل میں مگر کہدیا سمجھا کہ میں نے اپنی بی جمن صاحبہ کو کہ نہیں چاہیے تھا کہنا تم کو یہ ساری باتیں مجھ سے سامنے اس لونڈے کے، کیونکہ ہوجاتی ہے بدنامی ایسی حالت

میں ہم بزرگوں کی اور نہیں رہتے ہیں اس قابل کہ دکھائیں منھ اپنا کسی کو، اس لئے اگر کہنا ہو مجھے کچھ تو کہا کرو تنہائی میں، کیونکہ یہی طریقہ مناسب نصیحت کا از روئے شرع شریف کے اور ہوتا ہے اثر اس کا اوپر منصوح! ✤

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا بقیہ صفحہ ۲۱ سے آگے

ساتھ صحبت نہ کروں تو اس کو طلاق ہے۔ لوگوں نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا کہ نماز عصر پڑھ کر بیوی سے مباشرت کرے اور غروب کے بعد غسل کرکے فوراً نماز مغرب ادا کرلے، اس صورت میں سب شرطیں پوری ہوگئیں۔

بیوی سے ہم صحبت بھی ہوگیا، نماز بھی قضا نہیں کی، غسل جنابت تو اس وقت کیا جب دن گزر گیا تھا۔ بہرحال آپ کی قوت فکر، ذکاوت طبع، جودت طبع ایسی خصوصیات ہیں جو آپ کو ممتاز بناتی ہیں

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم ؕ

باب الاستفتاء

مسئلہ نمبر۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں وقت جماعت جو تکبیر کہی جاتی ہے تو تکبیر اولی میں بعض آدمی بیٹھے رہتے ہیں اور بعض کھڑے رہتے ہیں لہذا اُس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ حیّ علی الفلاح پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

المستفتی عیوض خاں محلہ براہیم پورہ، بریلی شریف

الجواب۔ اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے، جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہونچے، اُسوقت کھڑا ہو۔ یوں ہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں، امام ہو یا مقتدی اس وقت اٹھیں جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح پر پہونچے۔ عالمگیری میں ہے۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ مؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات اذا کان غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح وھو الصحیح۔ آجکل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت تکبیر سب لوگ کھڑے رہتے ہیں، یہ مکروہ وخلاف سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں۔

(۱) بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شوہر اپنی بیوی کے جنازے میں کاندھا لگا سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا وتوجروا۔

ابوالحسن صاحب محلہ انگلش گنج شہر قلعہ بریلی

الجواب۔ چہرہ بھی دیکھ سکتا ہے، جنازہ میں کاندھا بھی لگا سکتا ہے۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازے کو نہ کاندھا لگا سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منھ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے، صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی جس کا نکاح گیارہ سال کی عمر میں ہو اور شوہر کا اسی سال انتقال ہو جاتا ہے، بعد اس کے انتقال ہونے کے عدّت پوری نہ ہوئی اور اس کے شوہر کے والدین نے اپنے چھوٹے لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا، کیا وہ نکاح صحیح ہے؟

....

الجواب۔ بعون الملک الوھاب یہ نکاح درست نہ ہوا کہ عدت کے اندر ہوا۔ عدت وفات مدخولہ وغیر مدخولہ سب کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس واقعہ کے متعلق کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم صحابہ کرام سے بات چیت فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن عالی مقام کمسنی عمر میں ایک ضروری کام سے تشریف لائے اور قرآن عظیم کو اتار کر اس کے اوپر قدم مبارک رکھکر کسی چیز کو اتارا اور چلے گئے یہ دیکھکر صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ امام حسن نے قرآن عظیم پر پاؤں رکھکر قرآن عظیم کی بے ادبی کی ہے تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پر قرآن رکھنا بے ادبی نہیں ہے۔

سید محمود۔ بریلی

الجواب۔ بعون الملک الوہاب یہ روایت موضوع اور محض غلط ہے۔ کسی رافضی کی من گڑھت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو گالی دیکر کہا تو مجھ کو اماں جیسی لگتی ہے، باپ تجھ کو اپنے لئے لائے ہیں وہ تجھ کو رکھیں۔ باپ کی سفید داڑھی کا خیال ہے، ورنہ میں تجھ کو طلاق دیدیتا۔

۔ رام پور

الجواب۔ بعون الملک الوہاب، زید نے اپنی بیوی کو گالی دی، گناہ کیا توبہ کرے اور یہ لفظ کہ تو مجھکو اماں جیسی لگتی ہے اس سے طلاق وغیرہ کچھ واقع نہ ہوا۔ مگر یہ لفظ بُرا ہے، ایسے الفاظ احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مولوی عبدالقدوس اختر بہرائچی

ایک نادیدہ عاشق کی رقت آمیز کہانی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرصہ دراز سے فرقت حبیب میں بے قرار رہتے تھے ایک بار اسی تصورات کے دھندلکوں میں ضبط و تحمل کا پیمانہ چھلک اٹھا پیمانہ چھلکتے ہی زبان سے یہ جملہ نکل گیا۔ والدہ مکرمہ میں عرصہ دراز سے اسی سوچ و فکر کے اتھاہ سمندر میں ڈبکیاں لے رہا تھا کہ کاش ایک بار اپنے آقا و مولیٰ اب میں ان کا نام کیسے لوں جس کا نام خالق ارض وسما اور مالک عرش عظیم نے نہ لیا جب کبھی ضرورت پڑی تو مزمّل و مدثر کہا جب کبھی چاہت ہوئی تو طٰہٰ اور یٰسین کہہ کر پکارا جب کبھی اپنے محبوب کو متوجہ کرنا چاہا تو بشیر و نذیر اور سراج منیر فرمایا ہاں تو انھیں کی ملاقات کی شرف یابی کے لئے مدّتوں سے دل کی ننھی سی کوٹھری میں ایک چراغ ایک امید کی لہلہاتی شمع روشن تھی لیکن بس اسی خیال سے قدم اٹھتے اور رک جاتے آنکھیں کھلتی اور بند ہو جاتیں دل میں امنگیں پیدا ہوتیں اور دب جاتیں آرزوؤں کے پھول کھلتے اور مرجھا جاتے چراغ روشن ہوتا اور گل ہو جاتا پلک اٹھتی اور جھپک جاتی چبھن کا احساس ہوتا اور معدوم ہو جاتا دل کی دھڑکنوں میں ہیجان سا پیدا ہوتا اور تھم جاتا فراق محبوب کا ناگ لمحہ لمحہ ڈستا اور اس کا زہر رفتہ رفتہ اختتام پذیر ہو جاتا دل کا بیقرار شعلہ جنگل کی آگ کی طرح بھڑکتا اور آن کی آن میں میرا وجود جلتا ہوا دکھلائی دیتا اور میں خاموش ہو جاتا صرف اس لئے کہ میرے جانے سے آپ پر کوئی مصیبت نہ مسلط ہو جائے جس کی وجہ کر میں جنّت سے محروم ہو جاؤں اور دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے میرا شدت سے انتظار کرنے لگیں اتنا سننا تھا کہ ماں کا شیشے جیسا دل چور چور ہو گیا موم جیسا جگر گرمی پا کر پگھلنے لگا اور فرمایا کہ اے میرے جگر پارے دل کی دھڑکن لالوں کے لال مستقبل کے حسین سپنے دکھانے والے تمہارے زبان و ہونٹ پہ قربان جاؤں تم بولتے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے پھول جھڑتے ہیں چلتے ہو تو ..لے جھونکے پیغام بہار دیتے ہیں تم ہنستے ہو تو کائنات پہ سکون طاری ہو جاتا ہے اور جب تم سوتے ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چاند تارے اُتر اُتر کر تمہارا منہ چوم رہے ہوں قربان جاؤں میں تمہاری ہر ادا پر، بیٹا خدائے رحیم و کریم تمہاری عمر میں ترقی دے اور تا قیامت اپنے رحمتوں کے بادل تمہارے اوپر سایہ فگن رکھے تمہاری ہر بات میرے سر اور آنکھوں پر ہے جاؤ لیکن خیال رکھنا کہ کوئی تیماردار نہیں ہے۔ تمہارے علاوہ کوئی سہارا نہیں تمہارے ہی اوپر ہماری تمام تر امیدیں وابستہ ہیں تم ہی میرے کلیجے کے ٹکڑے ہو زندگی کی چہل پہل ہو میرے بزم دل کی رونقیں ہو میری آنکھوں کی چمک دمک میرا جوش جنون سب تم ہی سے ہے میری زندگی تاریک راہوں میں امید کی کرن تم ہی ہو۔ جاؤ! انشاء اللہ کہہ کر حضرت اویس قرنی گھر سے نکل پڑے دل میں خوشیوں کے طوفان امڈے ہوئے ہیں گنگناتے جھرنے حسین وادیاں سبز پوش کہسار برف پوش پہاڑ اور ہزاروں رقص جنوں خیز شروع ہو گئے آج دونوں جہاں کے مالک و مختار حبیب پروردگار نائب کردگار اندھی آنکھوں کی ضیا بہرے کانوں کی جلا سے ملاقات ہوگی، ہمکلامی ہوگی میری روٹھی ہوئی بہاروں کی رانی فضا میں مسکراہٹوں کی کلیاں چٹکاتی ہوئی میری طرف بڑھتی ہوں گی چلتے چلتے دیار حبیب میں پہونچ جاتے ہیں اور در اقدس پہ پہونچ کر دستک دیتے ہیں اندر سے ایک مدھر سی نورانی آواز آتی ہے! کون؟ عرض کرتے ہیں اویس، پھر آواز آئی، کس لئے عرض کرتے ہیں — نبی کی ملاقات کے لئے — اندر سے جواب آیا وہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ کہا اچھا اگر وہ تشریف لائیں تو میرا سلام عرض کر دینا۔ اتنا کہہ کر رخ پلٹا اور منزل کی طرف روانہ ہوئے اب جو دل میں محبت کا طوفان تھا تھم گیا۔ دل کی کوٹھری میں مدتوں سے جو ایک چراغ روشن تھا وہ گل ہو گیا کلی مسکرائی اور رہ گئی پھول کھلے اور مرجھا گئے سیلاب آیا اور دل کو بہا لے گیا اسی سوچ و فکر کی گہرائی میں دھنستے چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے اک عجیب چونکا دینے والی آواز کانوں میں آئی۔ اویس کہاں گئے تھے؟

حضرت اویس نے فرمایا نبی کی ملاقات کو، سائل، تو کیا ہوا اتنی
جلدی کہیے ملاقات سے شرفیابی حاصل ہوئی کہ نہیں، اویس، کوشش
ہی ناکامی، منادی، اف کیا اسی کو محبت کہتے ہیں، اتنی ہی خواہش
کے لئے شمع فروزاں تھی زیارت کے لئے، عرصے سے بیقراری تھی
تڑپ تھی چبھن تھی گداز عشق تھا اظہار تمنا تھی عشق و محبت کے
دلکش نغمے تھے چناب کے آبشاروں کا ترنم تھا حسین وادیوں اور
سبز پوش کہساروں کا جوش طرب تھا، جمال آرا کی دیدار کا شوق تھا
دید کے اتنے مشتاق کہ پیدل چلکر آئے، اور محبت کا یہ عالم، کہ ایک
دو سال نہیں ایک دو ماہ نہیں ایک دو دن بھی نہیں ارے کم از کم
ایک دو گھنٹے بھی انتظار محبوب میں گذار لیتے یہ بھی نہ ہو سکا تو محبت
کیسی تڑپ کیسی آرزو کیسی آپ کا عشق بھرا دل کیسا اور اس میں کروٹیں
لیتی ہوئیں سرکار ابد قرار مولائے تاجدار کی پیاری اور بے چین یادیں
کیسی مالکِ دوجہاں کی تلاش و جستجو میں دن رات مضطرب رہنا
کیسا، حضرت اویس نے ارشاد فرمایا، ان کی آواز میں سوز و گداز
تھا، اداسی تھی بیقراری تھی، ٹیس تھی کسک تھا. تناؤ تھا، ٹوٹتی
بکھرتی ہوئی رگیں جلتی تپتی نسیں تھیں، ان کی پشیمان بوجھل سی آنکھیں
جھک گئیں. اپنے تئیں انھیں کچھ حرمیت کا احساس ہوا، فرمایا، آپ
ٹھیک فرماتے ہیں اور واقعتاً حقیقت بھی یہی ہے، کہ میں دید کا مشتاق
تھا تو ضرور مگر میری زندگی محدود میرے اندر تڑپ تو ضرور تھی مگر مجبور
چبھن، تو ضرور تھی مگر محصور میں اپنے محبوب کا چاہنے والا تو ضرور
ہوں مگر کمزور بیکس لاچار روحانی طور پر رسول اللہ کی محبت تو ضرور
تھی لیکن تڑپتی ہوئی مچلتی ہوئی سسکتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی نظر
آرہی تھی میرے دل کے گوشوں میں رسولِ عربی کے بیقرار محبت کی درد
بھری آہیں سلگتے جذبات اور مچلتے طوفان تو ضرور تھے، لیکن غیر حساس
یقین فرمائیے رسول ہاشمی کی یاد میرے سینے میں ایک زخم کی طرح سلگ رہی
ہے یہ زخم زندگی کی آخری دھڑکنوں تک سلگتا رہے گا، میں درِ نبی پر انتظار
کی گھڑیاں گذارتا تو کیسے حکم اس کا تھا جس نے نو ماہ اپنے پیٹ کی دنیا
میں قیمتی نگینہ کی طرح پرورش دی اور اپنی محبت کی کوششوں سے پال
پوس کر اتنا عقل شعور والا کیا. اس کے حکم کو کیسے نظر انداز کرتا حکم تھا
کہ اویس کچھ دیر کے لئے گھر کو تاریکی میں تو چھوڑ رہے ہو مگر وہاں رکنا
نہیں جب تک تم نہیں آؤگے اس وقت گھر میں اندھیرا ہی اندھیرا رہے
گا تمہارے آنے کے بعد میرے سونے سونے لیل و نہار کے چھپکے چھپکے
لمحات مہک اٹھیں گے. تمہارے آنے کے بعد رنگ و نور کی قندیلیں
روشن ہو جائیں گی. میرے چمنستان دل میں بہار آجائے گی، شامیں رنگین
ہو جائیں گی، صبحیں پرمسرت اور دلفریب و دلکش بن جائیں گی. دو تو وہ
ایک یہ بھی تو ماں کے سپوت بیٹے تھے. ان کپوت بیٹوں کو اپنے
گریباں میں منہ ڈال کر سوچ و فکر کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہو
جانا چاہیئے، کہ ایک ہم ہیں کہ جو اپنے والدین سے سبکدوش ہو کر چین
و سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں، یاد رکھو! اور سوچ لو کہ والدین
کی آہ سے تم قطعی کسی صورت سے نہیں بچ سکتے ہو آج نہیں تو کل یہ
آہ رنگ لا کر رہے گی اور ان کپوتوں کو جہنم کا منہ دیکھنا پڑے گا. سہ
"دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" والدین کی آہ ایک ایسی
ضرب شدید ہے جو تمہاری دنیا و آخرت دونوں برباد کر دے گی
ارے افسوس ہوتا ہے، کہ جو بیچارے یتیم ہیں وہ تو تمنائیں کرتے
ہیں آرزوئیں ان کے دل میں ہلکی ہلکی انگڑائیاں لیتی ہیں، کہ کاش
میرے بھی والدین ہوتے اور ان کی شفقتوں کے سایے میں ہم پروان
چڑھتے اور ان کی محبت کی چھاؤں میں میری زندگی کے ایام خوشگوار
ترکیٹے اور ایک وہ ہیں جو والدین کے جیتے جی خود سے اپنے کو یتیم کہنے
لگے، اُف جب مجھے قبر کا خیال آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں
کلیجہ دہل جاتا ہے بدن کا ہر ایک حصہ خوف خدا سے کانپ جاتا ہے
ننھے سے جگر کا خون سوکھ جاتا ہے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں حواس
باختہ ہو جاتے ہیں جسم کا ہر عضو سہم کر کنارہ کشی اختیار کرنے لگتا
ہے، اب جب ان کپوت بیٹوں کا خیال آتا ہے نا خلف اولادوں
کی یاد آتی ہے تو آہ گریہ و زاری کے علاوہ وہ زبان سے کچھ نہیں
نکلتا ہے اس بات کا خیال آتا ہے کہ ان کا حال کیا ہوگا تو میرا دل
پگھل جاتا ہے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں چہرہ زرد پڑ جاتا ہے انجانے خوف
سے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے نگاہوں میں تاریکیاں لہرانے لگتی ہیں
اور میرا جسم شکستہ درخت کی طرح فرش پر آپڑتا ہے اور ان لوگوں
کی زندگی کڑی دھوپ میں کمہلائے ہوئے پھول کی طرح نظر آنے
لگتی ہے، اے اللہ! ان کپوت اولادوں کو سپوت بنادے خدایا
ان پر رحم و فضل کی مینہ برسا، صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق
عطا فرما، آمین، ہاں تو ادھر ماں سے بھی اتنی محبت تھی کہ ایک

بقیہ صفحہ ۳۲ پر

طنز و مزاح

مولانا اسلم بستوی

وارداتیں

احباب اور بزرگوں سے معذرت کے ساتھ

اس مضمون کی پسندیدگی کے سلسلے میں اب تک ملک کے گوشے گوشے سے کافی خطوط موصول ہو رہے ہیں، جس سے ماہنامہ پاسبان کی بے پناہ مقبولیت اور اشاعت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کچھ کرمفرماؤں نے نیک مشورے بھی دیے ہیں۔ فی الحال ماہنامہ پاسبان کے ذریعہ سے میں اپنے تمام کرمفرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ویسے انفرادی طور پر علی الترتیب سب کا جواب بھی دینے کی کوشش کر رہا ہوں فقط

(اسلم بستوی۔ انوار القرآن، بلرام پور۔ گونڈہ (یو۔ پی)

بیکل

مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان، دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں تشریف لائے، اہالیان مبارک پور نیز دار العلوم کے اساتذہ وطلبا کا اشتیاق تھا کہ حضور کی تقریر سنی جاوے درخواست پیش کی گئی مگر حضرت نے شدید تکان کی وجہ سے قبول نہیں فرمایا، اور پیرانہ سالی کی وجہ سے تکان کا اثر دوسرے دن بھی بدستور رہا۔ دوسرے دن خود دار العلوم کے شیخ الحدیث حضور حافظ ملت دامت برکاتہم العالیہ نے درخواست پیش فرمائی کہ:

"حضرت! آج کچھ ارشاد فرما دیں، ارشادات عالیہ سننے کے لیے کل ہی سے لوگ بیکل ہیں۔"

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے جواباً فرمایا ——

"اور کل ہی سے میری کل کل بیکل ہے۔"

جنونِ غالب

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ اور خطیب مشرق حضرت علامہ نظامی صاحب قبلہ ودیگر مقررین حضرات، کسی جلسہ سے واپس ٹرین سے تشریف لیجا رہے تھے، دوران سفر غالب کا مندرجہ ذیل شعر کا مطلب زیر بحث آیا:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

حضرات مقررین کرام نے اپنے اپنے طور پر اس شعر کے مختلف مطالب بیان کئے لیکن کسی ایک مطلب پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ بعد میں حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت میں رجوع کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا۔

"بھئی! اس شعر کا مطلب غالب نے خود اپنے دوسرے شعر میں اس طرح بیان کر دیا ہے ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی ——"

ترک موالات

انگریزوں کے خلاف تحریک "ترک موالات" کے علمبردار مولانا محمد علی جوہر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"حضرت آپ بھی انگریزوں سے ترک موالات کیجئے!!"

حضرت نے برجستہ فرمایا

"ترک موالات وہ کریں جنھوں نے انگریزوں سے موالات کی ہو، اور الحمد للہ! میں نے ان سے کبھی موالات ہی نہیں کی۔"

لال بوجھکڑ کا جواب

جی ہاں! اس زمانے میں بھی کچھ ایسے لال بوجھکڑ ہیں جو حضرات علمائے کرام اور مفتیان عظام سے بلا ضرورت انہونی سوالات کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مار دیا ہے۔ ایسے ہی ایک لال بوجھکڑ نے حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی شیخ الحدیث انوار القرآن بلرامپور کی خدمت میں استفتاء پیش کیا۔

"کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں:

کہ دو بھائیوں کے مابین لڑائی ہوئی، غصہ سے بے قابو ہو کر پہلے بھائی نے دوسرے بھائی کی بیوی کو قتل کر دیا اور دوسرے نے پہلے کی۔ اسی اثنا میں ایک فقیر آیا، جس نے دونوں بھائیوں کی بیویوں کی گردنیں جوڑ کر زندہ کر دیا۔ مگر بدقسمتی سے دونوں بیویوں کی گردنیں ایک کی دوسرے سے بدل گئیں۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ کون کس کی بیوی مانی جائے۔ بینوا وتوجروا۔

قبلہ مفتی صاحب نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

الجواب۔ اس فقیر کو تلاش کیا جاوے اور اس سے کہا جاوے کہ دونوں کی گردنیں ٹھیک کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قُط۔ بُد۔ دِین

مولانا محمد دانش علی صاحب دانش فریدی بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں، موصوف کو قطب الدین نامی ایک شخص نے مدعو کیا۔ مولانا دعوت کھانے تشریف لے گئے تو قطب الدین صاحب نے کہا:

"مولانا صاحب! آپ شاعر بھی ہیں اور آپ نے بہت سے لوگوں کی شان میں قصیدے اور منقبتیں لکھی ہیں اور میں آپ سے اتنا قریب ہوں اس کے باوجود آپ نے میرے بارے میں کبھی کوئی شعر بھی نہیں کہا!!"

مولانا نے فوراً جواب دیا۔

"اچھا تو آپ کی شان میں ایک شعر فی البدیہہ نذر کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں ؎

پہلے اس نے قط کہا پھر بد کہا پھر دین کہا
ہائے اس ظالم نے کس مشکل سے قطب الدین کہا

بقیہ نادیدہ عاشق صفحہ ۳۴ سے آگے

ساعت بھی در رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہ ٹھہر سکے اور دوسری طرف حضور کی سحر انگیز محبت کا یہ عالم کی بغیر دیکھے اپنے تمام موتی جیسے پروئے ہوئے دانتوں کو موسم خزاں کے پتوں کی طرح جھاڑ دیا۔ یہ ہے ان دیکھی محبت، ان جانی چاہت، حسین الفت انوکھی طالبیت نرالی لطیف محبت، لہراتی ہوئی کاکلوں کی جاذبیت

؎ خدا کی دین ہے جس کو نصیب ہو جائے
ہر ایک دل کو غم جاوداں نہیں ملتا

بقیہ "عاصمہ" صفحہ ۲۶ سے آگے

کر دیا۔ انھوں نے شہری زندگی ترک کر دی۔ اور دیہاتی عورتوں کا سا موٹا لباس پہنا۔ تاکہ ان کے اور دیہاتی عورتوں کے لباس میں کوئی خاص فرق باقی نہ رہے۔ ان تغیر کے بعد ان کے اندر ایک امتیاز موجود تھا۔ یعنی ان کے جسم کی رعنائی اور دلربی ان کو دیہاتی عورتوں سے ممتاز کئے ہوئے تھی۔ اس جانباز اور سرفروش خاتون نے ریگستان میں ریاضت و مجاہدہ کرکے اس امتیاز کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس مرحلے کو طے کرنے کے بعد اب انھوں نے دیہاتی عورتوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ اور چار سو تیئس عورتوں کو اسلام میں داخل کیا۔

حضرت علامہ نظامی کا ایک کامیاب دورہ

دار العلوم اہلسنت غوثیہ ہبلی کیلئے سوا لاکھ سے زائد کا چندہ

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی اپنے تین مہینے کے طویل پروگرام کے بعد ۹ مئی ۷۳ء کو الہ آباد واپس تشریف لائے ڈیڑھ ماہ آپ نے بمبئی اور نواح بمبئی میں گزارا اور ڈیڑھ ماہ کے لگ بھگ (ہبلی) صوبہ میسور میں۔ اس کا ایک سرسری جائزہ قارئین پاسبان کی نذر ہے۔

عبد الباری رضوی۔ آفس انچارج پاسبان

آج سے کچھ دنوں بیشتر حضرت علامہ نظامی ہبلی کے پروگرام پر تشریف لے گئے اور تقریباً دو ہفتہ آپ کے بیانات کا سلسلہ جاری رہا دار العلوم اہلسنت غوثیہ جو اس علاقے میں اہلسنت کی واحد مرکزی درسگاہ ہے اب تک وہ کرائے کی عمارت میں تھی چنانچہ علامہ نظامی نے اپنے اس پروگرام میں عمائد اہلسنت کی ایک خصوصی میٹنگ طلب کر کے لوگوں کو توجہ دلائی کہ یہ بات افسوس کی ہے کہ دار العلوم کرائے کی عمارت میں ہے۔ لوگ بہت متاثر ہوئے اور اسی وقت چندہ شروع ہو گیا محض دو ایک دن میں بتیس ہزار روپے اکٹھے ہو گئے اور اسی سفر میں دار العلوم اہلسنت غوثیہ کے لئے بیس ہزار روپے میں زمین خرید لی گئی۔ اسی اثنا میں بھیمڑی کا ہولناک فساد ہو گیا اور حضور سید العلماء صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ٹرنکال پر آپ بھیمڑی کے لئے روانہ ہو گئے بمبئی پہونچکر حضور سید العلماء جناب عبد الرحیم انصاری سکریٹری ریلیف کمیٹی، جناب قریشی صاحب کی معیت میں آپ نے وزیر اعظم اندرا گاندھی کو جماعت کی طرف سے میمورنڈم پیش کیا جو اسی روز بھیمڑی کے دورہ پر تشریف لائی تھیں۔ چند روز ریلیف کا کام دیکھنے کے بعد آپ الہ آباد واپس آ گئے گذشتہ برس دنیائے اہلسنت کے مقتدائے اعظم امام اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند سے منڈ گوڑ اور ہبلی کے لئے پروگرام حاصل کیا چنانچہ سرکار مفتی اعظم ہند نے ۸ جون ۷۲ء منڈ گوڑ کی عالی شان مسجد کا افتتاح فرمایا۔ جسے رئیس منڈ گوڑ جناب بڈھن صاحب رضوی نے بنوا دیا ہے اور ۹ جون ۷۲ء دار العلوم اہلسنت غوثیہ کی نئی عمارت کے سنگ بنیاد کی رسم ادا فرمائی اس موقع پر تقریباً پچیس ۲۵ ہزار کا چندہ ہو گیا چلتے چلتے علامہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ دار العلوم کی عمارت بنوانے کے لئے میں ایک مہینے کا وقت دوں گا چنانچہ اسی وعدے کے تحت آپ ۲۵ مارچ ۷۳ء کو ہبلی پہونچے اور اسی وقت سے آپ رفقاء کار کے ساتھ کام میں لگ گئے۔ ہبلی کے علاوہ آپ نے حسب ذیل مقامات کا دورہ فرمایا۔ شیموگہ۔ منڈ گوڈ۔ ہانگل شریف۔ بنکاپور شاہ نور۔ ہری ہر۔ داونگیرا۔ دھار واڑ۔ بیلگام۔ الکولہ۔ گنگاوتی بھدراوتی۔ جگلور وغیرہ تقریباً ہر جلسے میں لوگوں نے جی کھول کر دار العلوم غوثیہ کو چندہ دیا۔ سُنی جمعیۃ العلماء ہبل کی آپ نے میٹنگ طلب کی اور یہ تجویز پاس کرائی کہ سُنی جمعیۃ العلماء ہبل ہر مسلم محلہ میں جلوس کی شکل میں چندہ کرے چنانچہ باتفاق رائے یہ تجویز منظور کر لی گئی اور مسلسل دو ہفتہ یہ سلسلہ جاری رہا اس طرح کئی ہزار روپے کی وصول یابی سُنی جمعیۃ العلماء کے معرفت ہوئی۔ جس وقت علامہ نظامی نے جلوس کی یہ کیفیت بتائی کہ سُنی جمعیۃ کے صدر جناب عبد الکریم میتھار نے سب سے پہلے اپنے گلے میں جھولی لٹکائی یہ سُن کر لوگوں کی آنکھیں فرط مسرت میں نمدیدہ ہو گئیں۔ بہت سے لوگوں سے خصوصی چندے لئے گئے سر دست سولہ کمروں پر مشتمل دار العلوم کی عمارت تیار ہو رہی ہے ایک کمرے کی لاگت کا تخمینہ سات ہزار روپیہ ہے اپنی روانگی تک آپ نے ۱۲ کمروں کی منظوری حاصل کر لی تھی جس کی تفصیل ہے:۔

(۱) ایک کمرہ حضور درویش بابا شیموگہ (۲) رئیس منڈ گوڑ جناب بڈھن صاحب نے اپنے والد مرحوم کی طرف سے (۳) بڈھن صاحب کے سمدھی جناب راجے صاحب (۴) دار العلوم کے نائب صدر جناب

غوث محمد صاحب ہنڈیگری (۵) صدر سُنّی جمعۃ العلماء کے والد گرامی جناب عبدالرشید صاحب منہار نے اپنے والد مرحوم کیطرف سے (۶) دارالعلوم کے چیرمین جناب عبدالحمید صاحب واسنکوپ نے اپنی والدہ مرحومہ کیطرف سے (۷) مسلمانان دھارواڑ (۸) مسلمانان شاہ نور (۹) مسلمانان گاندھی مارکیٹ (۱۰) جناب مخدوم صاحب مصری کوٹی (۱۱) دارالعلوم کے خازن جناب داول صاحب (۱۲) سُنّی جمعۃ العلماء ہبلی۔ گویا اس طرح کمروں کے مد میں پوراسی ۸۴۰۰۰ ہزار روپئے ہو گئے۔ اینٹ کا بھٹہ لگانے والے مسلمانوں نے چندے میں ایک لاکھ اینٹ دی۔ ۲ر مئی ۷۳ء عارفِ حق شیخ طریقت حضور درویش بابا کے اعزاز میں آپ نے ایک شاندار اجلاس طلب کیا لوگوں کا کہنا ہے آج تک اتنا شاندار استقبال ہبلی میں کسی کا بھی نہیں ہوا بے شمار لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے کہ قابو پانے میں پولیس بھی ناکام رہی۔ اجلاس میں تقریباً پچیس ہزار کا مجمع تھا۔ اور دارالعلوم اہلسنت غوثیہ کیلئے اکتیس ۳۱ ہزار روپے کا چندہ ہوا۔ کمروں کی رقم نکالنے کے بعد عوامی چندہ گیارہ ہزار روپے کا تھا۔ علامہ نظامی کی روانگی کے وقت چالیس کھمبے مکمل ہو چکے تھے جس پر اب سلیب پڑ گئی۔

اس طرح سوا لاکھ روپے سے زائد کا چندہ ہو گیا۔ ابھی تک عمارت پر پچاس ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں جس میں زمین کی رقم شامل نہیں ہے۔

حضور درویش بابا کی میزبانی کا شرف دارالعلوم کے نائب غوث محمد ہنڈیگری اور سُنّی جمعۃ العلماء کے صدر جناب عبدالکریم منیہار کو حاصل رہا اور یہی گھرانا علامہ نظامی کا مستقل میزبان ہے ہبلی کی واپسی میں حضور درویش بابا رئیس منڈگوڑ جناب بڈھن صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور وہیں سے شیموگہ روانہ ہوئے علامہ نظامی منڈگوڑ تک پہونچاتے گئے۔

ہبلی کے باہر علامہ نظامی جہاں بھی تشریف لے گئے غوث محمد صاحب ہنڈیگری نائب صدر۔ ناظم اعلیٰ پیران سید محمد بادشاہ قادری۔ شیخ الحدیث مولانا انور علی صاحب شیخ القرار مولانا حافظ قاری عبدالقیوم صاحب۔ حافظ لال محمد قادری معتمد دارالعلوم غریب نواز الہ آباد۔ برابر شریک سفر رہے۔ مولانا انور علی صاحب۔ مولانا عبدالقیوم بڈھن صاحب ناظم اعلیٰ ہنڈیگری۔ صدر سُنّی جمعۃ العلماء، بابا خاں ہنڈیگری۔ ڈونگری شاہ مکاندار۔ اسماعیل کالے بڈھے، عبدالرشید منیہار۔ نور احمد صاحب شطاری۔ ملا عبدالرشید۔ مولانا یوسف قادری یہ گروپ علامہ نظامی کا دست راست ثابت ہوا۔

الہ آباد پہونچکر مولانا نظامی اکثر اختر۔ ہاشم۔ نسیم۔ رفیق نازو، عبدالقدیر اور عبدالحفیظ کو یاد کرتے ہیں۔

ایک بار فرمانے لگے اب ہبلی کبھی نہ آؤں گا۔ اس جملے پر لوگ الجھے میں پڑ گئے۔ سوال کیا گیا ایسا کیوں؟ فرمایا ہبلی کے احباب کی جدائی کا غم ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔

علامہ نظامی کی تالیفات و ترتیبات

خون کے آنسو

ذہن و فکر میں زلزلہ پیدا کرنے والی علامہ نظامی کی معرکۃ الآرا تصنیف جس کا مطالعہ اپنوں کے لئے ایمان کی پختگی کی ضمانت اور دوسروں کے حق میں لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ابھی تک یہ کتاب آپ کے مطالعہ سے نہیں گذری تو آج ہی اپنے آرڈر سے ہمیں اطلاع دیں۔

خون کے آنسو حصہ اوّل قیمت Rs 3.50 — خون کے آنسو حصہ دوم قیمت Rs. 2.00

نسیم رحمت

بہار، گجرات، راجستان، اترپردیش، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، کرالا کے بہت سے مکاتب میں داخل نصاب ہے۔ چھوٹے بچوں کے لئے آسان زبان میں دینیات کی یہ ایک بہت ہی مفید اور صحتمند کتاب ہے۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپکی گود کے پروردہ بچے مسلمان ہو کر زندہ رہیں تو اسے ہر اسلامی گھرانے میں پھیلانے کی کوشش کیجئے۔

نسیم رحمت حصہ اول قیمت:- ۲۸ پیسے۔ حصہ دوم قیمت ۳۴ پیسے۔ حصہ سوم قیمت ۴۷ پیسے

فردوسِ ادب

یہ کتاب بھی ملک کے عام مکاتب میں داخل نصاب ہے۔ برسوں کے تجربہ کے بعد عام مدرسین کا یہ خیال ہے کہ بچوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں انتہائی موثر اور سہل محصول کتاب ہے۔ اگر آپ کی یہ آرزو ہے کہ زبان اردو کے ساتھ بچوں کا ذہن اسلامی سانچے میں ڈھل جائے تو فردوس ادب کی تعلیم بچوں کے لئے لازم قرار دیجئے۔

فردوس ادب حصہ اوّل قیمت ۲۵ پیسے — فردوس ادب حصہ سوم قیمت ۳۴ پیسے
" " " دوم " ۲۸ " — " " " چہارم " ۴۰

کربلا کا مسافر

خلافت معاویہ و یزید مرتبہ محمود احمد عباسی امروہوی کے رد میں زور دلائل کے اعتبار سے عصر حاضر کی بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت ۳ روپے

مجرم کون ہے؟

یہ علامہ نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے جس میں وقت کے بہت سے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسائل پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے آپ اپنا آرڈر ہمیں جلد بھیجدیں۔ اور نہ تیسرے ایڈیشن کے انتظار کی زحمت اٹھانا پڑے گی۔ کمیشن ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جائیگا

قیمت دو روپیہ پچاس پیسے

ہند کے راجہ یعنی سوانح خواجہ

یہ کتاب بھی علامہ نظامی کی بالکل تازہ تالیف ہے جس میں سلطان الہند سیدی سرکار معین الدین اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سوانح حیات کے علاوہ مزارات پر قبہ بنانے۔ چادر پوشی۔ گل پاشی۔ اہل اللہ کے تبرکات کی زیارت وغیرہ پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ بمبئی کی خواجہ غریب نواز کمیٹی ہفت صد سالہ جشن غریب نواز منانے جا رہی تھی اسکی دعوت قبول کرنے کے بعد علامہ نظامی نے اسی اسٹیج کیلئے ہند کے راجہ کی ترتیب دی ہے۔ کتاب کے آخر میں "گلہائے عقیدت" کے نام ممتاز شعرا اور اہل الہند کی منقبت کا ایک روح پرور مجموعہ بھی شامل ہے

ایک روپیہ پچیس پیسے Rs. 1.25

ملنے کا پتہ:- انوار احمد نظامی منیجر مکتبہ پاسبان - الہ آباد ۳